ٱلسَّجۡدَة As-Sajadah

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

The Surah has been entitled *As-Sajadah* after the theme of *Sajadah* (prostration) as expressed in Ayat 15.

Period of Revelation

From the style of the Surah it appears that it was revealed during the middle Makkah period, more particularly in its initial stage, for one does not find in its background that severity of the persecution and tyranny which one finds in the Surahs revealed in the later stages.

Theme and Topics

The main theme of the Surah is to remove the doubts of the people concerning *Tauhid*, the Hereafter and the

prophethood, and to invite them to all these three realities. The disbelievers of Makkah, when they talked of the Prophet (peace be upon him) in private, said to one another, "This person while forging strange things, sometimes, he gives news of what will happen after death. He says: "When you have become dust, you will be called to render your accounts, and there will be Hell and Heaven." Sometimes he says: "These gods and goddesses and saints are nonentities: One God alone is the Deity." And sometimes he says: "The discourses which I recite are not my own but Allah's Word." All these are strange things which he presents. The answer to these doubts and misgivings forms the theme and subject matter of this Surah.

In this connection, the disbelievers have been told: "Most certainly it is Allah's Word, which has been sent down in order to arouse a people who are sunk in heedlessness, being deprived of the bounties and blessings of prophethood. How can you call it a fabrication when its having been sent dawn from Allah is manifest and self evident?"

Then, they have been asked, "Use your common sense and judge for yourselves which of the things presented by the Quran is strange and novel? Look at the administration of the heavens and the earth: consider your own creation and structure. Don't these things testify to the teaching which this Prophet (peace be upon him) is presenting before you in the Quran? Does the system of the universe point to *Tauhid* or to shirk? When you consider this whole system and your own creation, does your intellect testify that the

One Who has given you your present existence, will not be able to create you once again?"

Then a scene of the Hereafter has been depicted, the fruits of belief and the evil consequences of disbelief have been mentioned and the people exhorted to give up disbelief even before they meet their doom and accept the teaching of the Quran, which will be to their own advantage in the Hereafter.

Then they have been told: It is Allah's supreme mercy that He does not seize man immediately for his errors to punish him finally and decisively but warns him beforehand by afflicting him with small troubles and hardships and calamities and losses and strokes of misfortune so that he may wake up and take admonition.

Then it is said: "This is not the first and novel event of its kind that a Book has been sent down upon a man from God. Before this, the Book had been sent upon Moses also, which you all know. There is nothing strange in this at which you should marvel. Be assured that this Book has come down from God, and note it well that the same will happen now as has already happened in the time of Moses. Leadership now will be bestowed only on those who will accept this divine Book. Those who reject it shall be doomed to failure."

Then the disbelievers of Makkah have been admonished to the effect: "See the end of the doomed communities of the past by whose ruined habitations you pass during your trade journeys. Would you like to meet the same doom yourself? Do not be deluded by the apparent and superficial. Today you see that no one is listening to

Muhammad (peace be upon him) except a few young men and some slaves and poor men, and he is being made the target of curses and ugly remarks from every side. From this you have formed the wrong impression that his mission will fail. But this is only a deception of your eyes. Don't you see the phenomenon in your daily life that a land previously lying absolutely barren starts swelling with vegetation and plant life everywhere just by a single shower of the rain, though before this no one could ever imagine that under the layers of its soil there lay hidden such treasures of greenery and herbage?"

In conclusion, the Prophet (peace be upon him) has been addressed to the effect: "These people mock at what you say and ask as to when you will attain this decisive victory. Tell them: when the time comes for the final judgment regarding you and us, believing then will not profit you at all. If you have to believe, believe now. But if you intend to await the final judgment, then await it as you please."

نام

آیت ۱۵ میں سجدہ کا جو مضمون آیا ہے اسی کو سورۃ کا عنوان قرار دیا گیا ہے ۔

زمانۂ نزول

انداز بیاں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کا زمانۂ نزول مکہ کا دَور متوسط ہے ، اور اس کا بھی ابتدائی زمانہ، کیوں کہ اس کلام کے پس منظر میں ظلم و ستم کی وہ شدّت نظر نہیں آتی جو بعد کے ادوار کی سورتوں کے پیچھے نظر آتی ہے ۔

موضوع اور مباحث

سورۃ کا موضوع توحید آخرت اور رسالت کے متعلق لوگوں کے شبہات کو رفع کرنا اور ان تینوں حقیقتوں پر ایمان کی

دعوت دینا ہے ۔ کفارِ مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس میں چرچے کر رہے تھے کہ یہ شخص عجیب عجیب باتیں گھڑ گھڑ کر سنا رہا ہے ۔ کبھی مرنے کے بعد کی خبریں دیتا ہے اور کہتا ہے مٹی میں رل مل جانے کے بعد تم پھر اُٹھائے جاؤ گے اور حساب کتاب ہو گا اور دوزخ ہو گی اور جنت ہو گی کبھی کہتا ہے کہ یہ دیوی دیوتا اور بزرگ کوئی چیز نہیں ہیں ، بس اکیلا ایک خدا ہی معبود ہے ۔ کبھی کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں ، آسمان سے مجھ پر وحی آتی ہے اور یہ کلام جو میں تم کو سنا رہا ہوں ، میرا کلام نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے ۔ یہ عجیب افسانے ہیں جو یہ شخص ہمیں سنا رہا ہے ۔۔ انہی باتوں کا جواب اس سورۃ کا موضوع بحث ہے ۔

اِس جواب میں کفار سے کہا گیا ہے کہ بلا شک و ریب یہ خدا ہی کا کلام ہے اور اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ نبوّت کے فیض سے محروم، غفلت میں پڑی ہوئی ایک قوم کو چونکایا جائے ۔اِسے تم اِفتراء کیسے کہ سکتے ہو جب کہ اس کا منزّل من اللہ ہونا ظاہر ہے ۔

پھر ان سے فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن جن حقیقتوں کو تمھارے سامنے پیش کرتا ہے ، عقل سے کام لے کر خود سوچو کہ ان میں کیا چیز اچنبھے کی ہے ۔آسمان وزمین کے انتظام کو دیکھو، خود اپنی پیدائش اور بناوٹ پر غور کرو،کیا یہ سب کچھ اُس تعلیم کی صداقت پر شاہد نہیں ہے اواس نبی کی زبان سے اِس قرآن میں تم کو دی جا رہی ہے ؟ یہ نظام کائنات توحید پر دلالت کر رہا ہے یا شرک پر؟ اور اس سارے نظام کو دیکھ کر اور خود اپنی پیدائش پر نگاہ ڈال کر کیا تمھاری عقل یہی گواہی دیتی ہے کہ جس نے اب تمہیں پیدا کر رکھا ہے وہ پھر تمہیں پیدا نہ کر سکے گا ؟ پھر عالمِ آخرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ایمان کے ثمرات اور کفر کے نتائج و عواقب بیان کر کے یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ لوگ برا انجام سامنے آنے سے پہلے کفر چھوڑ دیں اور قرآن کی اس تعلیم کو قبول کر لیں جسے مان کر خود ان کی اپنی ہی عاقبت درست ہو گی ۔

پھر ان کو بتایا گیا ہے کہ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ وہ انسان کے قصوروں پر یکایک آخری اور فیصلہ کن عذاب میں اسے نہیں پکڑ لیتا بلکہ اُس سے پہلے چھوٹی چھوٹی تکلیفیں مصیبتیں، آفات اور نقصانات بھیجتا رہتا ہے ۔ ہلکی ہلکی چوٹیں لگاتا رہتا ہے ، تاکہ اُسے تنبیہ ہو اور اس کی آنکھیں کھل جائیں ۔ آدمی اگر ان ابتدائی چوٹوں ہی سے ہوش میں آ جائے تو اس کے حق میں بہتر ہے ۔

پھر فرمایا کہ دُنیا میں یہ کوئی پہلا اور انوکھا واقعہ تو نہیں ہے کہ ایک شخص پر خدا کی طرف سے کتاب آئی ہو۔ اس سے پہلے آخر موسیٰ علیہ السلام پر بھی کتاب آئی تھی جسے تم سب لوگ جانتے ہو۔ یہ آخر کونسی ایسی بات ہے کہ اس پر تم لوگ یوں کان کھڑے کر رہے ہو یقین مانو کہ یہ کتاب خدا ہی کی طرف سے آئی ہے اور خوب سمجھ لو کہ اب پھر وہی کچھ ہو گا جو موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہو چکا ہے ۔ امامت و پیشوائی اب انہی کو نصیب ہو گی جو اس کتابِ الہٰی کو مان لیں گے ۔ اسے رد کر دینے والوں کے لیے ناکامی مقدر ہو چکی ہے ۔

پھر کفارِ مکہ سے کہا گیا ہے کہ اپنے تجارتی سفروں کے دَوران میں تم جن پچھلی تباہ شدہ قوموں کی بستیوں پر سے گزرتے ہو ان کا انجام دیکھ لو، کیا یہی انجام تم اپنے لیے پسند کرتے ہو؟ ظاہر سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ آج تم دیکھ رہے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چند لڑکوں اور چند غلاموں اور غریب لوگوں کے سوا کوئی نہیں سن رہا ہے اور ہر طرف سے ان پر طعن اور ملامت اور پھبتیوں کی بارش ہو رہی ہے ۔ اس سے تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ یہ چلنے والی بات نہیں ہے ، چار دن چلے گی اور پھر ختم ہو جائے گی۔ لیکن یہ تمہاری نظر کا دھوکا ہے ، کیا یہ تمہارا رات دن کا مشاہدہ نہیں ہے کہ آج ایک زمین بالکل بے آب وگیاہ پڑی ہے جسے دیکھ کر گمان تک نہیں ہوتا کہ اس کے پیٹ میں روئیدگی کے خزانے چھپے ہوئے ہیں ، مگر کل ایک ہی بارش میں وہ اس طرح بھبک اُٹھتی ہے کہ اس کے چپے چپے سے پیداواری طاقتیں پھوٹنی شروع ہو جاتی ہیں ۔

خاتمۂ کلام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ تمہاری باتیں سن کر مذاق اُڑاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ فیصلہ کن فتح آپ کو کب نصیب ہونے والی ہے ۔ ان سے کہو کہ جب ہمارے اور تمہارے فیصلے کا وقت آجائے گا اس وقت ماننا تمہارے لیے کچھ بھی مفید نہ ہو گا۔ ماننا ہے تو اب مان لو، اور آخری فیصلے ہی کا انتظار کرنا ہے تو بیٹھے انتظار کرتے رہو۔

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے ۔	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
1. Alif. Lam. Mim	الٓمّٓ ۔	الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾
2. The revelation of the Book, there is no	نزول اس کتاب کا نہیں جسمیں	تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ

doubt in which, is from the Lord of the worlds. *1	شک ہے جہانوں کے رب کیطرف سے ۔ *1	فِيهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ ﴿۲﴾

*1 Several Surahs of the Quran begin with one or the other such introductory sentence, which is meant to declare at the outset where from this discourse is being issued. This is apparently the same sort of an introductory sentence as an announcer speaks in the beginning of a radio program to tell which radio station he is speaking from. But unlike the ordinary announcement from a radio station, when the extraordinary declaration at the beginning of a Surah is made to the effect that this message is being issued by the Ruler of the Universe, it is not merely meant to specify the origin of the discourse, but, besides, it also puts forward a big claim, a great challenge and a severe warning, for at the very outset it gives the big news that this is not human but the Lord of the Worlds' Word. This declaration at once brings man face to face with the grave question: Should I or should I not accept this claim? If I accept it, I shall have to bow my head in submission before it forever. Then, I shall be left with no freedom concerning it. On the other hand, if I do not accept it, I shall have to take the great risk that, if it be really the Lord of the Worlds' Word, I shall have to meet with eternal misery and misfortune in consequence of rejecting it. That is why this introductory sentence solely on account of its extraordinary nature compels man to listen to this Word with full attention and seriousness, and then take the decision whether he would accept it as divine Word or not.

Here, what has been said is not merely that this Book has been sent down by the Lord of the Worlds, but, besides, it also asserts most forcefully: "It is without any doubt the Book of God: there is absolutely no room for doubt about its having been revealed by Allah." If this assertive sentence is studied in the actual context itself, it will be seen that it contains the argument also along with the assertion, and this argument was not hidden from the people of Makkah before whom the assertion was being made. The whole life of the person presenting it had been spent before them. They had known him before he presented the Book as well as after he had presented it. They knew that the person presenting the Book with that assertion was the most righteous, the most serious and the most pious and virtuous man of their society. They also knew that until a day before he made the claim to prophethood, no one had ever heard from him those things which he had started presenting suddenly just after his claim to prophethood. They found a marked difference between the diction and style used in the Book and the diction and style used by Muhammad (peace be upon him) himself, in his daily life. They also recognized naturally that one and the same person could not have two styles so different from each other. They were also experiencing the highly miraculous literature being presented in the Book and, being the Arabic speaking people themselves, knew that all their literary men and poets were feeling utterly helpless in producing anything the like of it. They were also not unaware that there was a world of difference between the literary productions and

orations of their poets and sorcerers and orators, and the divine discourses being recited before them and the sublimity of the pure themes being presented in them. They did not see in the Book and in the message of the one presenting it any trace whatever of selfishness, which is always present in the work and message of a false claimant to prophethood. They could not find out, however, hard they might have tried, that Muhammad (peace be upon him) by laying claim to Prophethood was trying to secure a certain benefit for himself or his family or his clan and tribe, or that he had any vested interest in the message he gave. Then, they could also see what sort of the people of their society were being drawn to his message and what great revolution was taking place in them as soon as they came in contact with his invitation. All these things together supported and proved the assertion and claim. That is why in that background it was enough to say that it is, beyond any doubt, a Book that has been sent down by the Lord of the Worlds. No further argument was needed to substantiate the claim.

1* قرآن مجید کی متعدّد سورتیں اس طرح کے کسی نہ کسی تعارفی فقرہ سے شروع ہوتی ہیں جس سے مقصود آغاز کلام ہی میں یہ بتانا ہوتا ہے کہ یہ کلام کہاں سے آرہا ہے ۔ یہ بظاہر اُسی طرز کا ایک تمہیدی فقرہ ہے جیسے ریڈیو پر اعلان کرنے والا پروگرام کے آغاز میں کہتا ہے کہ ہم فلاں اسٹیشن سے بول رہے ہیں ۔ لیکن ریڈیو کے اس معمولی سے اعلان کے برعکس قرآن مجید کی کسی سورت کا آغاز جب اس غیر معمولی اعلان سے ہوتا ہے کہ یہ پیغام فرمانروائے کائنات کی طرف سے آرہا ہے تو یہ محض مصدر کلام کا بیان ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اس میں ایک بہت بڑا دعویٰ ، ایک عظیم چیلنج اور ایک سخت اِنذار بھی شامل ہوتا ہے ۔اس لئے کہ وہ چھوٹتے ہی اِتنی بڑی خبر دیتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے ، خداوندِ عالم کا کلام ہے ۔ یہ اعلان فوراً ہی یہ

بھاری سوال آدمی کے سامنے لا کھڑا کرتا ہے کہ اس دعوے کو قبول کروں یا نہ کروں ۔ قبول کرتا ہوں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے آگے سرِ اطاعت جھکا دینا ہو گا، پھر میرے لیے اس کے مقابلہ میں کوئی آزادی باقی نہیں رہ سکتی ۔ قبول نہیں کرتا تو لا محالہ یہ خطرۂ عظیم مول لیتا ہوں کہ اگر واقعی یہ خداوندِ عالم کا کلام ہے تو اسے رد کرنے کا نتیجہ مجھ کو ابدی شقاوت و بد بختی کی صورت میں دیکھنا پڑے گا۔ اِس بناء پر یہ تمہیدی فقرہ مجرد اپنی اس غیر معمولی نوعیت ہی کی بنا پر آدمی کو مجبور کر دیتا ہے کہ چوکنا ہو کر انتہائی سنجیدگی کے ساتھ اِس کلام کو سنے اور یہ فیصلہ کرے کہ اس کو کلامِ الٰہی ہونے کی حیثیت سے قبول کرنا ہے یا نہیں ۔

یہاں صرف اتنی بات کہنے پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے کہ یہ کتاب ربّ العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے ، بلکہ مزید براں پورے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ لَا رَیْبَ فِیْہِ ، بیشک یہ خدا کی کتاب ہے ، اس کے مَنَزَّل مِنَ اللہ ہونے میں قطعاً کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اس تاکیدی فقرے کو اگر نزولِ قرآن کے واقعاتی پس منظر اور خود قرآن کے اپنے سیاق میں دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کے اندر دعوے کے ساتھ دلیل بھی مضمر ہے ، اور یہ دلیل مکہ معظمہ کے اُن باشندوں سے پوشیدہ نہ تھی جن کے سامنے یہ دعویٰ کیا جا رہا تھا ۔ اس کتاب کے پیش کرنے والے کی پوری زندگی اُن کے سامنے تھی ، کتاب پیش کرنے سے پہلے کی بھی اور اس کے بعد کی بھی ۔ وہ جانتے تھے کہ جو شخص اس دعوے کے ساتھ یہ کتاب پیش کر رہا ہے وہ ہماری قوم کا سب سے زیادہ راستباز ، سنجیدہ اور پاک سیرت ہے ۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ دعوائے نبوّت سے ایک دن پہلے تک بھی کسی نے اُس سے وہ باتیں کبھی نہ سنی تھیں جو نبوّت کے بعد یکایک اُس نے بیان کرنی شروع کر دیں ۔ وہ اس کتاب کی زبان اور طرز بیان میں اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور طرز بیان میں نمایاں فرق پاتے تھے اور اس بات کو بداہتہً جانتے تھے کہ ایک ہی شخص کے دو اسٹائل اتنے صریح فرق کے ساتھ نہیں ہو سکتے ۔ وہ اس کتاب کے انتہائی معجزانہ ادب کو بھی دیکھ رہے اور اہل زبان کی حیثیت سے خود جانتے تھے کہ ان کے سارے ادیب اور شاعر اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں ۔ وہ اس سے بھی ناواقف نہ تھے کہ ان کی قوم کے شاعروں ، کاہنوں اور خطیبوں کے کلام میں اور اس کلام میں کتنا عظیم فرق ہے اور جو پاکیزہ مضامین اس کلام میں بیان کئے جا رہے ہیں وہ کتنے بلند پایہ ہیں ۔ انہیں اس کتاب میں ،اور اس کے پیش

کرنے والے کی دعوت میں کہیں دور دور بھی اُس خود غرضی کا ادنیٰ شائبہ تک نظر نہیں آتا جس سے کسی
جھوٹے مدّعی کا کام اور کلام کبھی خالی نہیں ہو سکتا۔ وہ خوردبین لگا کر بھی اس امر کی نشان دہی نہیں کر سکتے
تھے کہ نبوّت کا یہ دعویٰ کرکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے یا اپنے خاندان کے لئے یا اپنی قوم
کے لئے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کام میں ان کی اپنی کیا غرض پوشیدہ ہے ۔ پھر وہ یہ بھی دیکھ رہے
تھے کہ اس دعوت کی طرف ان کی قوم کے کیسے لوگ کھنچ رہے ہیں اور اس سے وابستہ ہوکر ان کی زندگیوں
میں کتنا بڑا انقلاب واقع ہو رہا ہے ۔ یہ ساری باتیں مل جل کر خود دلیل دعویٰ بنی ہوئی تھیں اِسی لئے اس
پس منظر میں یہ کہنا بالکل کافی تھا کہ اس کتاب کا ربّ العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونا ہر شک و شبہ سے
بالا تر ہے ۔ اس پر کسی دلیل کے اضافے کی کوئی حاجت نہ تھی ۔

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ‌ ۚ بَلۡ هُوَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰٮهُمۡ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾	کیا *2 یہ کہتے ہیں کہ گھڑ لیا ہے اس نے اسکو۔ *3 بلکہ یہ ہے حق تمہارے رب کی طرف سے تاکہ تم ڈراؤ اس قوم کو نہیں آیا جنکے پاس کوئی ڈرانیوالا تم سے پہلے *4 شاید کہ یہ ھدایت پر چلیں۔ *5	3. Or *2 they say: He has invented it. *3 But it is the truth from your Lord, that you may warn a people to whom has not come any warner before you, *4 perhaps they will be guided. *5

***2 After the above introductory sentence, the first objection of the polytheists of Makkah, which they raised concerning the Prophethood of the Prophet (peace be upon him), is being dealt with.**

*2 اوپر کے تمہیدی فقرے کے بعد مشرکینِ مکہ کے پہلے اعتراض کو لیا جا رہا ہے جو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت پر کرتے تھے ۔

***3 This is not merely a question but also an expression of**

great surprise and astonishment. It means to imply this: In spite of all those things on account of which this Book is, without any doubt, a revelation from Allah, do those people yet say stubbornly that Muhammad (peace be upon him) has himself forged it and is falsely attributing it to Allah? Don’t they feel any shame in uttering such a senseless and baseless accusation? Don’t they at all realize what opinion will those people form who are aware of Muhammad (peace be upon him) and his work and his discourses and also understand the Book, when they hear their absurd accusation?

*3 یہ محض سوال و استفہام نہیں ہے بلکہ اس میں سخت تعجب کا انداز پایا جاتا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اُن ساری باتوں کے باوجود، جن کی بنا پر اس کتاب کا منزّل من اللہ ہونا ہر شک و شبہ سے بالا تر ہے، کیا یہ لوگ ایسی صریح ہٹ دھرمی کی بات کہہ رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے اسے خود تصنیف کر کے جھوٹ موٹ اللہ ربّ العالمین کی طرف منسوب کر دیا ہے ؟ اتنا لغو اور بے سر و پا الزام رکھتے ہوئے کوئی شرم ان کو نہیں آتی ؟ انہیں کچھ محسوس نہیں ہوتا کہ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ و سلم کو اور اُن کے کام اور کلام کو جانتے ہیں اور اس کتاب کو بھی سمجھتے ہیں ، وہ اس بیہودہ الزام کو سن کر کیا رائے قائم کریں گے ؟

***4 Just as in the first verse it was considered sufficient to say, “It is without any doubt the Book of God,” and no further argument was needed to be advanced to prove the Quran to be divine word, so in this verse also the only thing being said to refine the disbelievers’ charge that the Quran was being forged is: “It is the truth from your Lord.” The reason for it is the same as we have given in E.N. 1 above. The listeners were well aware of the person who was presenting the Quran, of the environment in which he was presenting it and the confidence and grace with which he**

was presenting it; they also knew the Book, its diction and literary excellence and its themes; they were also feeling the influence and impact it was having on contemporary society of Makkah. Under those conditions the Book's being the truth sent down by the Lord of the Worlds, was such an evident factual reality that the mere mention of it in clear and definite terms was enough to refute the accusation of the disbelievers. Any attempt to strengthen this assertion by resort to reasoning would have caused it to be weakened instead. The case would be like this. Supposing it is day and the sun is shining bright, and a stubborn person calls it a dark night. To refute him it would be enough to say: "Do you call it a night when the bright day is clearly visible all around." If after this, one tried to bring logical arguments to prove the day to be day. it would not in any way strengthen the reply but would rather weaken it instead.

4*جس طرح پہلی آیت میں لَا رَیۡبَ فِیۡہِ، کہنا کافی سمجھا گیا تھا اور اس سے بڑھ کر کوئی استدلال قرآن کے کلام اِلٰہی ہونے کے حق میں پیش کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی، اُسی طرح اب اِس آیت میں بھی کفار مکہ کے الزام افترا پر صرف اتنی بات ہی کہنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے کہ "یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے" اس کی وجہ وہی ہے جو اوپر حاشیہ نمبر۱ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ کون، کس ماحول میں، کس شان کے ساتھ یہ کتاب پیش کر رہا تھا، یہ سب کچھ سامعین کے سامنے موجود تھا۔ اور یہ کتاب بھی اپنی زبان اور اپنے ادب اور مضامین کے ساتھ سب کے سامنے تھی۔ اور اس کے اثرات و نتائج بھی مکہ کی سوسائٹی میں سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس صورت حال میں اس کتاب کا ربّ العالمین کی طرف سے آیا ہوا حق ہونا ایسا صریح امر واقعہ تھا جسے صرف حتمی طور پر بیان کر دینا ہی کفار کے الزام کی تردید کے لیے کافی تھا۔ اس پر کسی استدلال کی کوشش بات کو مضبوط کرنے کے بجائے الٹی اس کمزور کرنے کی موجب ہوتی۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے دن کے وقت سورج چمک رہا ہو اور کوئی ڈھیٹ آدمی کہے کہ یہ اندھیری رات ہے۔ اس کے جواب

میں صرف یہی کہنا کافی ہے کہ تم اسے رات کہتے ہو؟ یہ روز روشن تو سامنے موجود ہے ۔ اس کے بعد دن کے موجود ہونے پر اگر آپ منطقی دلیلیں قائم کریں گے تو اپنے جواب کے زور میں کوئی اضافہ نہیں کریں گے بلکہ درحقیقت اس کے زور کو کچھ کم ہی کر دیں گے ۔

*5 That is; "Just, as its being the truth and a revelation from Allah is absolutely certain, so is its being based on wisdom and Allah's mercy for you also evident. You yourselves know that for the past many centuries no prophet has been raised among you, and you also know that your entire nation has been involved in ignorance and moral degeneration and sheer backwardness. In a state like this if a Prophet (peace be upon him) has been raised among you to awaken you and show you the right way, you should not be surprised. This was a great need which Allah has fulfilled for the sake of your own welfare and well-being."

One should note that in Arabia the light of the true faith was first of all spread by the Prophets Hud and Salih (peace be upon them), who lived in the pre-historic age. They were followed by the Prophets Abraham and Ishmael, who lived 2,500 years before the Prophet Muhammad (peace be upon him). After them the last Prophet to be raised in Arabia before the Prophet Muhammad (peace be upon him) was the Prophet Shuaib (peace be upon him), who had passed about 2,000 years earlier. This is a very long period. That is why it has been said, and rightly so, that no warner had come to those people. This did not mean that no warner had ever come to them, but it meant that the people had long stood in need of a warner.

Here, another question may arise in the minds, which should be answered straightaway. One may ask: When no Prophet had come to the Arabs for hundreds of years before the Prophet Muhammad (peace be upon him), what would be the basis of accountability of the people who had lived in that age of ignorance? They could not tell guidance from deviation and error. Then, if they had gone astray, how could they be held responsible for their deviation? The answer is this: The detailed knowledge of the true faith might have been lost to those people, but even in that age of ignorance the people were not unaware that the true faith was based on *Tauhid*, and the Prophets had never taught idol-worship to their followers. This truth was also contained in those traditions which the Arabs had received from the Prophets born in their own land, and they were also aware of this through the teachings of the Prophets Moses, David, Solomon and Jesus (peace be upon them) who had been born in the land adjoining their own. In the traditions of Arabia, it was also well known that in the earliest times the Arabs' real religion was the religion of Abraham and that idol-worship had been introduced among them by a person named Amr bin Luhay. In spite of the prevalence of shirk and idol-worship, there were living in different parts of Arabia many such people, who rejected shirk, professed *Tauhid* and openly condemned offering of sacrifices at the shrines of idols. In the age close to the Prophet's own, there had passed people who were known as *Hunafa*. These people publicly professed *Tauhid* as the basis of the faith and declared their dissociation from the religion

of the mushriks. Obviously they had received this concept from whatever had remained behind from the influence of the teaching of the Prophets. Moreover, the inscriptions belonging to the 4th and 5th centuries A.D. which have been discovered in Yaman as a result of modern archaeological research and investigation, reveal that a monotheistic religion existed there in that age, whose followers acknowledged *ar-Rahman* (the All-Merciful) and *Rabb-us-sama walard* (Lord of the heavens and earth) alone as the One and only deity. An inscription. dated 378 A.D. has been found from the ruins of a house of worship, which says that this house of worship has been built for the worship of "God of heavens" or "Lord of heavens". In an inscription of 465 A.D. there are words which clearly point to the doctrine of *Tauhid*. Similarly, an inscription of 512 A.D. has been discovered at Zabad, a place between the river Euphrates and Qinnasrin, in northern Arabia, bearing the words: *Bismilahu, laizza illa lahu, la shukra, illa lahv*. All this shows that before the advent of the Prophet (peace be upon him), the teachings of the former Prophets had not altogether been forgotten, and there still existed many means which at least reminded man of the truth: "Your God is only One God." (For further explanation, see E.N. 84 of Surah Al-Furqan).

5* یعنی جس کا حق ہونا اور من جانب اللہ ہونا قطعی و یقینی امر ہے اُسی طرح اِس کا مبنی بر حکمت ہونا اور خود تم لوگوں کے لیے خدا کی ایک رحمت ہونا بھی ظاہر ہے ۔ تم خود جانتے ہو کہ صدہا برس سے تمہارے اندر کوئی پیغمبر نہیں آیا ہے ۔ تم خود جانتے ہو کہ تمہاری ساری قوم جہالت اور اخلاقی پستی اور سخت پسماندگی میں مبتلا ہے ۔ اس حالت میں اگر تمہیں بیدار کرنے اور راہ راست دکھانے کے لیے ایک پیغمبر تمہارے درمیان بھیجا گیا

ہے تو اس پر حیران کیوں ہوتے ہو۔ یہ تو ایک بڑی ضرورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پورا کیا ہے اور تمہاری اپنی بھلائی کے لیے کیا ہے۔

واضح رہے کہ عرب میں دینِ حق کی روشنی سب سے پہلے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے ذریعہ سے پہنچی تھی جو زمانہ قبل تاریخ میں گزرے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام آئے جن کا زمانہ حضورؐ سے ڈھائی ہزار برس قبل گزرا ہے۔ اس کے بعد آخری پیغمبر جو عرب کی سرزمین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھیجے گئے وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ اور ان کی آمد پر بھی دو ہزار برس گزر چکے تھے۔ یہ اتنی طویل مدّت ہے کہ اس کے لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ اس قوم کے اندر کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا۔ اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس قوم میں کبھی کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مدّتِ دراز سے یہ قوم ایک متنبہ کرنے والے کی محتاج چلی آرہی ہے۔

یہاں ایک اور سوال سامنے آجاتا ہے جس کو صاف کر دینا ضروری ہیں۔ اس آیت کو پڑھتے ہوئے آدمی کے ذہن میں یہ کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے صدہا برس تک عربوں میں کوئی نبی نہیں آیا تو اُس جاہلیت کے دور میں گزرے ہوئے لوگوں سے آخر باز پرس کس بنیاد پر ہوگی؟ انہیں معلوم ہی کب تھا کہ ہدایت کیا ہے اور ضلالت کیا ہے؟ پھر اگر وہ گمراہ تھے تو اپنی اس گمراہی کے ذمہ دار وہ کیسے قرار دیے جاسکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دین کا تفصیلی علم چاہے اُس جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کے پاس نہ رہا ہو، مگر یہ بات اُس زمانے میں بھی لوگوں سے پوشیدہ نہ تھی کہ اصل دین توحید ہے اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی بت پرستی نہیں سکھائی ہے۔ یہ حقیقت اُن روایات میں بھی محفوظ تھی جو عرب کے لوگوں کو اپنی سرزمین کے انبیاء سے پہنچی تھیں، اور اسے قریب کی سرزمین میں آئے ہوئے انبیاء حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی تعلیمات کے واسطے سے بھی وہ جانتے تھے۔ عرب کی روایات میں یہ بات بھی مشہور و معروف تھی کہ قدیم زمانہ میں اہل عرب کا اصل دین، دینِ ابراہیمؑ تھا اور بت پرستی اُن کے یہاں عمرو بن لحیّ نامی ایک شخص نے شروع کی تھی۔ شرک و بت پرستی کے رواج عام کے باوجود عرب کے مختلف حصوں میں جگہ جگہ ایسے لوگ موجود تھے جو شرک سے انکار کرتے تھے،

توحید کا اعلان کرتے تھے اور بتوں پر قربانیاں کرنے کی اعلانیہ مذمت کرتے تھے خود نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے عہد سے بالکل قریب زمانے میں قسّ بن ساعدۃ الایادی، اُمیہ بن ابی الصلت، سُوید بن عمروا لمصطلقی، وکیع بن سلمہ بن زہیر الایاوی، عمرو بن جندب الجہنی، ابو قیس صرمہ بن ابی انس، زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل، عثمان بن الحویرث، عبید اللہ بن جحش، عامر بن الظرب ابعدوانی، علاّف بن شہاب التمیمی، المتلمسّ بن اُمیۃ الکنانی، زُہیر بن ابی سلمیٰ، خالد بن سنان بن غیث العبسی، عبداللہ القضاعی اور ایسے ہی بہت سے لوگوں کے حالات ہمیں تاریخوں میں ملتے ہیں جنہیں حنفاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ سب لوگ علی الا علان توحید کو اصل دین کہتے تھے اور مشرکین کے مذہب سے اپنی بے تعلقی کا صاف اظہار کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے ذہن میں یہ تخیل انبیاء علیہم السلام کی سابقہ تعلیمات کے باقی ماندہ اثرات ہی سے آیا تھا۔ اس کے علاوہ یمن میں چوتھی پانچویں صدی عیسوی کے جو کتبات آثار قدیمہ کی جدید تحقیقات کے سلسلے میں برآمد ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس دَور میں وہاں ایک توحیدی مذہب موجود تھا جس کے پیرو الرحمان اور ربّ السماء والارض ہی کو اِلٰہ واحد تسلیم کرتے تھے۔ ۳۷۸ عیسوی کا ایک کتبہ ایک عبادت گاہ کے کھنڈر سے ملا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ یہ معبد "الٰہ ذوسموی" یعنی الٰہ السماء کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے۔ ۴۶۵ عیسوی کے ایک کتبہ میں بنصر ورداالھن بعل سمین وارضین (بنصر و بعون الالٰہ ربّ السماء والارض) کے الفاظ لکھے ہیں جو عقیدۂ توحید پر صریح دلالت کرتے ہیں۔ اسی دور کا ایک اور کتبہ ایک قبر پر ملا ہے جس میں بخیل رحمنن (یعنی استعین بحولالرحمٰن) کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں، اِسی طرح شمال عرب میں دریائے فرات اور قنسرین کے درمیان زَبد کے مقام پر ۵۱۲ عیسوی کا ایک کتبہ ملا ہے جس میں بسم الالٰہ لاعِزَّ اِلّا لہٗ لاشُکرَ اِلّا لہٗ کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ یہ ساری باتیں بتاتی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی بعثت سے پہلے انبیاء سابقین کی تعلیمات کے آثار عرب سے بالکل مٹ نہیں گئے تھے اور کم از کم اِتنی بات یاد دلانے کے لیے بہت سے ذرائع موجود تھے کہ "تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے"۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد سوم، صفحات ۴۶۴-۴۶۵)۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	اللہ وہی ہے *6 جس نے پیدا کیا	4. Allah it is *6 He who has created the

heavens and the earth and whatever is between them in six days. Then He established himself above the Throne. *7 You do not have, other than Him, any protector nor intercessor. So will you not receive admonition. *8

آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پھر جلوہ افروز ہوا عرش پر *7۔ نہیں ہے تمہارے لئے اسکے سوا کوئی مددگار اور نہ سفارشی ۔تو کیا نہیں تم نصیحت حاصل کرتے *8۔

وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیۡعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴﴾

*6 Now the second objection of the mushriks which they raised against the Prophet's (peace be upon him) message of *Tauhid*, is being dealt with: They were severely critical of him because he rejected their gods and saints and openly invited the people to the creed that there is no helper, no fulfiller of needs except Allah, and no answerer of prayers, no remover of ills and no sovereign other than Him.

*6 اب مشرکین کے دوسرے اعتراض کو لیا جاتا ہے جو وہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی دعوتِ توحید پر کرتے تھے ۔ ان کو اس بات پر سخت اعتراض تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم ان کے دیوتاؤں ،اور بزرگوں کی معبودیت سے انکار کرتے ہیں اور یہ دعوت دیتے ہیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود کوئی کارساز، کوئی حاجت روا، کوئی دعائیں سننے والا، اور بگڑی بنانے والا ، اور کوئی حاکم ذی اختیار نہیں ہے ۔

*7 For explanation, see E.N. 41 of Surah Al-Aaraf, E.N. 4 of Surah Yunus and E.N. 3 of Surah Ar-Raad.

*7تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم الاعراف آیت 54 ص ۳۶۔یونس آیت 3 ۲۶۱۔۲۶۲۔۴۴۱ ۔۴۴۲۔الرعد آیت 2-

*8 That is, "Your real God is the Creator of the heavens

and earth. But you in your folly have set up others than Him as your helpers and supporters in the vast kingdom of this universe. The Creator of this whole universe and whatever it contains is Allah. Here, everything except His own self is created, and Allah has not gone to sleep after having created and made the world go. But He Himself is the Ruler and Sovereign and Sustainer of His kingdom. Then, how senseless are you that you have set up a few of His creatures as the masters of your destinies! If Allah does not help you, none of them has the power to help you. If Allah should seize you, none of them has the power to secure your liberty. If Allah does not permit, none of them has the power to intercede for you before Him."

8*یعنی تمہارا اصل خدا تو خالق زمین و آسمان ہے ۔ تم کس خیالِ خام میں مبتلا ہو کہ کائنات کی اس عظیم الشان سلطنت میں اُس کے سوا دوسروں کو کارساز سمجھ بیٹھے ہو۔ اس پوری کائنات کا اور اس کی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے ۔ اس کی ذات کے سوا ہر دوسری چیز جو یہاں پائی جاتی ہے، مخلوق ہے ۔ اور اللہ اس دُنیا کو بنا دینے کے بعد کہیں جا کر سو بھی نہیں گیا ہے، بلکہ اپنی اِس سلطنت کا تخت نشین اور حاکم و فرماں روا بھی وہ آپ ہی ہے ۔ پھر تمہاری عقل آخر کہاں چلی گئی ہے کہ تم مخلوقات میں سے چند ہستیوں کو اپنی قسمتوں کا مالک قرار دے رہے ہو؟ اگر اللہ تمہاری مدد نہ کرے تو ان میں سے کس کی یہ طاقت ہے کہ تمہاری مدد کر سکے ؟ اگر اللہ تمہیں پکڑے تو ان میں سے کس کا یہ زور ہے کہ تمہیں چھڑا سکے؟ اگر اللہ سفارش نہ سنے تو ان میں سے کون یہ بل بوتا رکھتا ہے کہ اس سے اپنی سفارش منوا لے ؟

5. He administers the ordinance from the heavens to the earth, then it ascends to Him in a Day, the measure of which is	وہ تدبیر کرتا ہے معاملے کی آسمان سے زمین تک ۔ پھر رجوع کرتا ہے وہ اسکی طرف ایک دن میں کہ	يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يَعۡرُجُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗۤ اَلۡفَ

a thousand years of that which you count. *9	ہے جسکی مقدار ایک ہزار سال وہ جو تم شمار کرتے ہو۔ *9	سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝٥

*9 That is, “The events of a thousand years of your history are a day’s work for Allah.” He entrusts His scheme of work to the “angels of destiny”, who submit their report of work before Him and receive orders for the scheme of the next day (whose length according to your calculation would be a thousand years). This thing has also been expressed at two other places in the Quran, the study of which can help understand it. The disbelievers of Arabia said, “Muhammad (peace be upon him) claimed to be a Prophet many years ago. He has warned us again and again that if we did not accept his message and rejected his invitation, we would be seized by Allah’s torment. He has been repeating this threat since many years, but the torment has not overtaken us, although we have denied and rejected him clearly over and over again. Had his threats any substance in them, we would have been seized in the torment long ago.” In this connection, in Surah Al-Hajj Allah says: “These people are demanding of you to hasten the chastisement. Allah will never fail to fulfill His threat, but a day with your Lord is equal to a thousand years as you reckon.” (Ayat 47).

In Surah Al-Maarij (Ayats 1-7), it has been said: “An asker has asked for a torment, (the torment) which must befall the disbelievers. There is none to avert it. It is from that God Who is the Owner of the Steps of Ascent. The angels and the Spirit ascend to His Presence in a day whose

measure is fifty thousand years. So, have patience, O Prophet, a graceful patience! They think it is far off, but We see it near at hand."

What is meant to be impressed in these verses is this: Allah's decrees are not passed and enforced in the history of mankind according to the earthly watches and calendars. When a nation is warned that if it adopted such and such an attitude in life, it would meet with such and such an end, the people would be foolish if from this they understood that the predicted consequences would follow their evil acts and deeds immediately. Not to speak of days and months and years, the occurrence of the results may even take centuries.

9* یعنی تمہارے نزدیک جو ایک ہزار برس کی تاریخ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گویا ایک دن کا کام ہے جس کی اسکیم آج کارکنان قضا وقدر کے سپرد کی جاتی ہے اور کل وہ اس کی روداد اس کے حضور پیش کرتے ہیں تاکہ دوسرے دن (یعنی تمہارے حساب سے ایک ہزار برس) کا کام ان کے سپرد کیا جائے۔ قرآن مجید میں یہ مضمون دو مقامات پر اور بھی آیا ہے جنہیں نگاہ میں رکھنے سے اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ کفارِ عرب کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا دعویٰ لے کر سامنے آئے کئی برس گزر چکے ہیں۔ وہ بار بار ہم سے کہتے ہیں کہ اگر میری اس دعوت کو تم لوگ قبول نہ کرو گے اور مجھے جھٹلاؤ گے تو تم پر خدا کا عذاب آجائے گا۔ مگر کئی برس سے وہ اپنی یہ بات دوہرائے جا رہے ہیں اور آج تک عذاب نہ آیا، حالانکہ ہم ایک دفعہ نہیں ہزاروں مرتبہ انہیں صاف صاف جھٹلا چکے ہیں۔ اُن کی یہ دھمکیاں واقعی سچی ہوتیں تو ہم پر نہ معلوم کبھی کا عذاب آچکا ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ سورۂ حج میں فرماتا ہے:

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ o (آیت ۴۷)

یہ لوگ عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا۔ مگر تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تم لوگوں کے شمار سے ہزار برس جیسا ہوا کرتا ہے۔

دوسری جگہ اسی بات کا جواب یہ دیا گیا ہے:

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ؕ﴿۷﴾ (المعارج ۔ آیات ۱۔۷)۔

پوچھنے والا پوچھتا ہے اُس عذاب کو جو واقع ہونے والا ہے کافروں کے لیے جس کو دفع کرنے والا کوئی نہیں ہے، اُس خدا کی طرف سے جو چڑھتے درجوں والا ہے (یعنی درجہ بدرجہ کام کرنے والا)۔ چڑھتے ہیں اس کی طرف ملائکہ اور روح ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ پس اے نبی! صبرِ جمیل سے کام لو۔ یہ لوگ اسے دور سمجھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

ان تمام ارشادات سے جو بات ذہن نشین کرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں خدا کے فیصلے دنیا کی گھڑیوں اور جنتریوں کے لحاظ سے نہیں ہوتے۔ کسی قوم سے اگر کہا جائے کہ تم فلاں روش اختیار کرو گے تو اس کا انجام تمہیں یہ کچھ دیکھنا ہو گا، تو وہ قوم سخت احمق ہوگی اگر اس کا مطلب سمجھے کہ آج وہ روش اختیار کی جائے اور کل اس کے برے نتائج سامنے آجائیں۔ ظہورِ نتائج کے لیے دن اور مہینے اور سال تو کیا چیز ہیں، صدیاں بھی کوئی بڑی مدّت نہیں ہیں۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿۶﴾	وہ ہی ہے جاننے والا *10 پوشیدہ اور ظاہر کا۔ غالب ہے *11 بہت مہربان ہے۔ *12	6. Such is the Knower *10 of the invisible and the visible, the All Mighty, *11 the Merciful. *12

*10 That is, “For others one thing may be open and known but countless other things are hidden. Whether angels or jinns, prophets or saints, or other pious people, none of them has the knowledge of everything. It is Allah alone Who knows everything. He knows all that has passed, all that is present, and all that will happen in the future.”

*10 یعنی دوسرے جو بھی ہیں ان کے لیے ایک چیز ظاہر ہے تو بے شمار چیزیں ان سے پوشیدہ ہیں۔ فرشتے

ہوں یا جن، یا نبی اور ولی اور برگزیدہ انسان، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو سب کچھ جاننے والا ہو۔ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اس پر ہر چیز عیاں ہے۔ جو کچھ گزر چکا ہے، جو کچھ موجود ہے، اور جو کچھ آنے والا ہے، سب اس پر روشن ہے۔

*11 "The All Mighty": The One Who is dominant over everything: no power in the universe can hinder Him in His design and will and obstruct His command from being enforced. Everything is subdued to Him and nothing can resist Him.

*11 یعنی ہر چیز پر غالب۔ کائنات میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس کے ارادے میں مزاحم ہو سکے اور اس کے حکم کو نافذ ہونے سے روک سکے۔ ہر شے اس سے مغلوب ہے اور کسی میں اس کے مقابلے کا بل بوتا نہیں ہے۔

*12 That is, He is not tyrannous to His creatures but is Gracious and Merciful in spite of being overwhelmingly dominant and possessor of all power and authority.

*12 یعنی اس غلبے اور قوتِ قاہرہ کے باوجود وہ ظالم نہیں ہے بلکہ اپنی مخلوق پر رحیم و شفیق ہے۔

7. Who made good every thing that He created, *13 and He began the creation of man from clay.	وہی ہے جس نے عمدہ بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی۔ *13 اور اس نے ابتدا کی انسان کی تخلیق مٹی سے۔	الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ۚ﴿۷﴾

*13 That is, "In this limitless universe, He has created countless numbers of things, but none of them is ugly and ill-shaped: everything has its own special beauty: everything is proportionate and symmetrical in its own way. Whatever He has made for a particular purpose, He has given it the most appropriate form and invested it with the

most suitable qualities for it. No better and more appropriate structure could be conceived, for example, for the eye and the ear which have been made for seeing and hearing. The air has precisely the same qualities which it should have for the purpose for which it has been made, and the water precisely the same qualities for the purpose for which it has been made. No one can point out any defect or flaw in the design of anything made by God; nor can anyone offer an alteration or modification in it."

*13 یعنی اس عظیم الشان کائنات میں اس نے بے حد و حساب چیزیں بنائی ہیں، مگر کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے جو بے ڈھنگی اور بے تکی ہو۔ ہر شے اپنا ایک الگ حسن رکھتی ہے ۔ ہر شے اپنی جگہ متناسب اور موزوں ہے ۔ جو چیز جس کام کے لیے بھی اس نے بنائی ہے اُس کے لیے موزوں ترین شکل پر، مناسب ترین صفات کے ساتھ بنائی ہے ۔ دیکھنے کے لیے آنکھ اور سننے کے لیے کان کی ساخت سے زیادہ موزوں کسی ساخت کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا ۔ ہوا اور پانی جن مقاصد کے لیے بنائے گئے ہیں ان کے لئے ہوا ٹھیک ویسی ہی ہے جیسی ہونی چاہیے ،اور پانی وہی اوصاف رکھتا ہے جیسے ہونے چاہییں ۔ تم خدا کی بنائی ہوئی کسی چیز کے نقشے میں کسی کوتاہی کی نشاندہی نہیں کرسکتے، نہ اس میں کوئی ترمیم پیش کرسکتے ہو۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۚ﴿۸﴾	پھر اس نے بنائی اسکی نسل خلاصے سے ایک حقیر پانی کے ۔ *14	8. Then He made his progeny from an extract of despised fluid. *14

*14 That is, "In the beginning He created man directly by His own act of creation, and then placed in man himself such a procreative ability that similar men continue being produced by his sperm-drop. By one excellent act He gave life and consciousness and intellect to a combination of earthly elements by His creative command so that a

wonderful creation like man came into being; by another excellent act He placed in man's own organism such a wonderful machinery for the production of similar more men in the future, whose mode of functioning is highly astonishing and amazing."

This is one of those verses of the Quran, which points to the direct creation of the first man. The scientists since the time of Darwin have felt greatly critical of this concept and have rejected it with contempt as unscientific. But the fact is that they cannot get rid of the concept of the direct creation of the first germ, if not of the first man, or of the first species of animals. If creationism is not accepted, then one will have to accept the utterly absurd idea that life originated merely accidentally; whereas even the simplest form of life as found in the single cell organism is so full of complexities and subtleties that regarding it as the result of an accident would be a million times more unscientific an idea than what the evolutionists think of creationism. And if once it is accepted that the first germ came into being by an act of direct creation, it would be no longer difficult to accept that the first member of every species of animal life was created by the Creator's own act of creation, and then its race started through different forms of procreation. If accepted, this concept would explain away all those riddles and complexities which have remained unsolved in their theory of evolution in spite of all the scientific theorizing by the upholders of Darwinism. (For further explanation, see E.N. 1 of Surah An-Nisa, E.N. 10 and 146 of Surah Al-Aaraf, and E.N. 17 of Surah Al-Hijr).

*14 یعنی پہلے اس نے براہ راست اپنے تخلیقی عمل (Direct Creation) سے انسان کو پیدا کیا، اور اس کے بعد خود اسی انسان کے اندر تناسل کی یہ طاقت رکھ دی کہ اس کے نطفہ سے ویسے ہی انسان پیدا ہوتے چلے جائیں ۔ ایک کمال یہ تھا کہ زمین کے مواد کو جمع کر کے ایک تخلیقی حکم سے اُس میں وہ زندگی اور وہ شعور و تعقل پیدا کر دیا جس سے انسان جیسی ایک حیرت انگیز مخلوق وجود میں آگئی ۔ اور دوسرا کمال یہ ہے کہ آئندہ مزید انسانوں کی پیدائش کے لیے ایک ایسی عجیب مشینری خود انسانی ساخت کے اندر رکھ دی جس کی ترکیب اور کارگزاری کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔

یہ آیت قرآن مجید کی اُن آیات میں سے ہے جو انسان اوّل کی براہ راست تخلیق کی تصریح کرتی ہیں ۔ ڈارون کے زمانہ سے سائنس داں حضرات اس تصور پر بہت ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور بڑی حقارت کے ساتھ وہ اس کو ایک غیر سائنٹیفک نظریہ قرار دے کر گویا پھینک دیتے ہیں ۔ لیکن انسان کی نہ سہی، تمام انواعِ حیوانی کی نہ سہی، اوّلین جرثومۂ حیات کی براہِ راست تخلیق سے تو وہ کسی طرح پیچھا نہیں چھڑا سکتے ۔ اس تخلیق کو نہ مانا جائے تو پھر یہ انتہائی لغو بات ماننی پڑے گی کہ زندگی کی ابتدا محض ایک حادثہ کے طور پر ہوئی ہے ، حالانکہ صرف ایک خلیہ (Cell) والے حیوان میں زندگی کی سادہ ترین صورت بھی اتنی پیچیدہ اور نازک حکمتوں سے لبریز ہے کہ اسے حادثہ کا نتیجہ قرار دینا اُس سے لاکھوں درجہ غیر سائنٹیفک بات ہے جتنا نظریۂ ارتقاء کے قائلین نظریۂ تخلیق کو ٹھیراتے ہیں ۔ اور اگر ایک دفعہ آدمی یہ مان لے کہ حیات کا پہلا جرثومہ براہِ راست تخلیق سے وجود میں آیا تھا، پھر آخر یہی ماننے میں کیا قباحت ہے کہ ہر نوعِ حیوانی کا پہلا فرد خالق کے تخلیقی عمل سے پیدا ہوا ہے ، اور پھر اس کی نسل تناسل (Procreation) کی مختلف صورتوں سے چلی ہے ۔ اس بات کو مان لینے سے وہ بہت سی گتھیاں حل ہو جاتی ہیں جو ڈارونیت کے علمبرداروں کی ساری سائنٹیفک شاعری کے باوجود ان کے نظریۂ ارتقاء میں غیر حل شدہ رہ گئی ہیں ۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد اوّل ،آل عمران حاشیہ 53 صفحات ۲۵۹ ۔ النسآء حاشیہ1 ۳۱۹ ۔ الانعام حاشیہ 63 ۵٦٦ ۔ جلد دوم، الاعراف حاشیہ 10،145 صفحات ۱۰ ۔ ۱۱ الحجر حاشیہ 17 ۔ ۱۰٦ ۔ ۵۰۴ ۔ جلد سوّم ، الحج حاشیہ 5 صفحات ۲۰۱ ۔ المؤمنون حاشیہ 12،13 ۲٦۹) ۔

9. Then He fashioned him*15 and breathed into him of His Spirit, *16 and appointed for you hearing and sight and hearts. *17 Little is that you thank. *18	پھر درست کیا اسکو *15 اور پھونکی اس میں اپنی طرف سے روح *16 اور بنائے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل ۔ *17 کم ہے جو شکر تم کرتے ہو۔ *18	ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾

*15 "Fashioned him": developed him from a microscopic organism into a full-fledged human being and perfected him with limbs and other organs of the body.

*15 یعنی ایک باریک خورد بینی وجود سے بڑھا کر اسے پوری انسانی شکل تک پہنچایا اور اس کا جسم سارے اعضاء وجوارح کے ساتھ مکمل کر دیا۔

*16 "Spirit" does not merely imply the life because of which a living thing moves, but the essential human characteristic which imbues man with consciousness and thought, discretion and judgment, discernment, and discrimination, by virtue of which he is distinguished from all other earthly creations and becomes possessor of a personality and self and worthy of Allah's vicegerency. Allah has called this "Spirit" His own either because it belongs to Him alone, and its being attributed to Himself is just like a thing's being attributed to its master, or because the attributes of knowledge, thought, consciousness, will, judgment, discretion, etc. with which man has been characterized are a reflection to the attributes of Allah. They have not arisen from any combination of matter, but from Allah Himself. Man has received knowledge from Allah's Knowledge,

wisdom from Allah’s Wisdom, and discretion and authority from Allah’s Authority. He has not received these from a source which is without knowledge, without wisdom and without discretion and authority. (For further explanation, see E.N. 19 of Surah Al-Hijr).

*16روح سے مراد محض وہ زندگی نہیں ہے جس کی بدولت ایک ذی حیات جسم کی مشین متحرک ہوتی ہے، بلکہ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور اور عقل و تمیز اور فیصلہ و اختیار کا حامل ہوتا ہے، جس کی بدولت انسان تمام دوسری مخلوقاتِ ارضی سے ممتاز ایک صاحبِ شخصیت ہستی، صاحبِ انا ہستی، اور حامل خلافت ہستی بنتا ہے۔ اِس روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح یا تو اس معنی میں فرمایا ہے کہ وہ اُسی کی ملک ہے اور اس کی ذاتِ پاک کی طرف اس کا انتساب اُسی طرح کا ہے جس طرح ایک چیز اپنے مالک کی طرف منسوب ہو کر اُس کی چیز کہلاتی۔ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر علم، فکر، شعور، ارادہ، فیصلہ، اختیار اور ایسے ہی دوسرے جو اوصاف پیدا ہوئے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات کے پرتو ہیں۔ ان کا سرچشمہ مادّے کی کوئی ترکیب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ کے علم سے اس کو علم ملا ہے، اللہ کی حکمت سے اس کی دانائی ملی ہے، اللہ کے اختیار سے اس کو اختیار ملا ہے۔ یہ اوصاف کسی بے علم، بے دانش اور بے اختیار ماخذ سے انسان کے اندر نہیں آئے ہیں۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم، صفحات ۵۰۴-۵۰۵)۔

*17 This is a fine way of saying something. Before the mention of “breathing into him of His spirit”, man has been referred to in the third person: “He created him, spread his progeny, shaped him, breathed into him His spirit,” for till then he was not even worthy of being addressed. Then, when the spirit had been breathed into him, he became worthy of the honor and it was said: “He gave you the ears, gave you the eyes, gave you the hearts,” for after having been blessed with the Spirit, man became worthy of being

addressed.

The ears and the eyes imply the instruments by which man obtains knowledge. Although the senses of taste and touch and smell are also instruments of obtaining knowledge, hearing and sight are the major and by far the more important senses. Therefore, the Quran has mentioned only these two at different places as the most important gifts of God to man. “The Heart” implies the mind which arranges the information obtained through the senses and draws inferences from it, and selects a possible way of action and decides to follow it.

*17 یہ ایک لطیف انداز بیان ہے ۔ روح پھونکنے سے پہلے انسان کا سارا ذکر صیغۂ غائب میں کیا جاتا رہا ۔ ’’اُس کی تخلیق کی‘‘، ’’اُس کی نسل چلائی ‘‘،’’اُس کونک سک سے درست کیا‘‘،’’ اُس کے اندر روح پھونکی ‘‘۔ اس لیے اُس وقت تک وہ خطاب کے لائق نہ تھا ۔ پھر جب رُوح پھونک دی گئ تواب اُس سے فرمایا جا رہا ہے کہ ’’ تم کو کان دیے ‘‘،’’ تم کوآنکھیں دیں ‘‘،’’ تم کو دِل دیے ‘‘ اس لیے کہ حامل رُوح ہو جانے کے بعد ہی وہ اس قابل ہواکہ اُسے مخاطب کیا جائے ۔

کان اورآنکھوں سے مراد وہ ذرائع ہیں جن سے انسان علم حاصل کرتا ہے ۔ اگرچہ حصولِ علم کے ذرائع ذائقہ اور لامسہ اور شامہ بھی ہیں ، لیکن سماعت و بینائی تمام دوسرے حواس سے زیادہ بڑے اور اہم ذرائع ہیں ، اس لیے قرآن جگہ جگہ انہی دو کو خدا کے نمایاں عطیوں کی حیثیت سے پیش کرتا ہے ۔ اس کے بعد ’’دِل ‘‘سے مراد وہ ذہن (Mind) ہے جو حواس کے ذریعہ سے حاصل شدہ معلومات کو مرتب کر کے ان سے نتائج نکالتا ہے اور عمل کی مختلف اِمکانی راہوں میں سے کوئی ایک راہ منتخب کرتا اور اس پر چلنے کا فیصلہ کرتا ہے ۔

*18 **That is, “The wonderful human spirit with such excellent qualities has not been given to you so that you may live like the animals in the world and plan life for yourselves as an animal would. You were given the eyes so that you may see things with insight and not that you should**

live like the blind people; you were given the ears so that you may hear things with attention and not that you should live like the deaf people; you were given the hearts so that you may understand the reality and adopt the right way in thought and action and not that you should spend all your capabilities for collecting the means of nourishing and sustaining your animality, or that you may devise philosophies and programs of rebellion against your Creator. After having received these invaluable blessings from God, when you adopt polytheism and atheism, when you assume godhead yourself or become servants of other gods, when you lose yourself in sensual pleasure by serving your lusts, you in fact tell your God: “We were not worthy of these blessings: You should have made us a monkey, or a wolf, or an alligator, or a crow, instead of man.”

18*یعنی یہ عظیم القدر انسانی روح اِتنے بلند پایہ اوصاف کے ساتھ تم کو اس لیے تو عطا نہیں کی گئی تھی کہ تم دنیا میں جانوروں کی طرح رہو اور اپنے لیے بس وہی زندگی کا نقشہ بنا لو جو کوئی حیوان بنا سکتا ہے ۔ یہ آنکھیں تمہیں چشمِ بصیرت سے دیکھنے کے لیے دی گئی تھیں نہ کہ اندھے بن کر رہنے کے لیے ۔ یہ کان تمہیں گوش ہوش سے سننے کے لیے دیے گئے تھے نہ کہ بہرے بن کر رہنے کے لیے ۔ یہ دِل تمہیں اس لیے دیے گئے تھے کہ حقیقت کو سمجھو اور صحیح راہِ فکر و عمل اختیار کرو، نہ اِس لیے کہ اپنی ساری صلاحیتیں صرف اپنی حیوانیت کی پرورش کے وسائل فراہم کرنے میں صرف کر دو، اور اس سے کچھ اونچے اُٹھو تو اپنے خالق سے بغاوت کے فلسفے اور پروگرام بنانے لگو۔ یہ بیش قیمت نعمتیں خدا سے پانے کے بعد جب تم دہریت یا شرک اختیار کرتے ہو، جب تم خود خدا یا دوسرے خداؤں کے بندے بنتے ہو، جب تم خواہشات کے غلام بن کر جسم و نفس کی لذّتوں میں غرق ہو جاتے ہو، تو گویا اپنے خدا سے یہ کہتے ہو کہ ہم ان نعمتوں کے لائق نہ تھے ، ہمیں انسان بنانے کے بنائے تجھے ایک بندر، یا ایک بھیڑیا، یا ایک مگرمچھ یا ایک کوّا بنانا چاہیے تھا۔

10. And*19 they said: When we are lost in the earth, is it that we will be created anew. But they, of meeting with their Lord, disbelieve. *20	اور*19 کہا انھوں نے کہ کیا جب ملیا میٹ ہو جائیں گے ہم زمین میں تو کیا ہم پیدا ہوں گے ازسرنو۔ بلکہ یہ ملاقات سے اپنے رب کی منکر ہیں۔ *20	وَ قَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِي الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِيۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ بَلۡ هُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۱۰﴾

*19 After answering the disbelievers' objections about the prophethood and *Tauhid*, now their objection about the Hereafter, which is the third basic belief of Islam, is being dealt with. The conjunction *waw* (and) in the beginning of the verse connects this paragraph with the foregoing theme, as if the sequence were like this: "They say: Muhammad is not Allah's Messenger," They say: "Allah is not One and the only Deity," and They say: "We shall not be raised back to life after death."

*19 رسالت اور توحید پر کفار کے اعتراضات کا جواب دینے کے بعد اب اسلام کے تیسرے بنیادی عقیدے یعنی آخرت پر اُن کے اعتراض کو لے کر اس کا جواب دیا جاتا ہے ۔ آیت میں وَقَالُوٓا کا واوٗ عطف مضمونِ ماسبق سے اس پیراگراف کا تعلق جوڑتا ہے ۔ گویا ترتیب کلام یوں ہے کہ '' وہ کہتے ہیں محمدؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں ''، اور '' وہ کہتے ہیں کہ ہم مرکر دوبارہ نہ اُٹھیں گے ''۔

*20 The gap between the preceding and this sentence has been left for the listener to fill. The objection of the disbelievers as cited in the first sentence is so absurd that no need has been felt to refute it. Only its citation was regarded as enough to show its absurdity. For the two parts which make up the objection are both unreasonable. Their saying: "When we have become dust" is meaningless for

that which is "we" can never become dust. Dust is the destiny of the body after it has become devoid of the "we". The body itself is not the "we". When alive, limbs and other parts of the body may be cut off one by one, but the "we" remains intact. No part of it is cut off with the cut off limb. And when the "we" has vacated a body, the "we" remains no longer applicable even in its remotest sense although the body still remains intact. That is why a sincere lover goes and buries the body of his beloved, because the beloved is no more in the body. He buries not the beloved but the empty body, which was once the home of his beloved. Thus, the very first premise of the disbelievers' objection is baseless. As for its second part, "Shall we be re-created?" this question containing surprise and denial would not have arisen, had the objectors considered and taken into account the meaning of the "we" and its creation. The present existence of this "we" is nothing more than that a little of coal and iron and lime and some other earthly substances got together from here and there to combine themselves into a body, which became the home of the "we". Then what happens when it dies? When the "we" has left the body, the constituent substances of its abode which had been gathered together from different parts of the earth go back to the same earth. The question is: He who had made this home for the "we", can He not make the same home from the same substances once again and settle the "we" in it? When this was possible before and has in actual fact existed, what can hinder its possibility and its existing as an actual fact once again? These are such things

as can be understood by the application of a little of the common sense. But why doesn't man allow his mind to think on these lines? Why does he raise the meaningless objections about the life of Hereafter? Leaving out all these details, Allah has answered this question in the second sentence, saying: "The fact is that they disbelieve in the meeting with their Lord." That is, "The real thing is not this that the recreation of man is something odd and remote in possibility, which they cannot understand, but in fact, what prevents them from understanding this is their desire to live freely and independently in the world and commit any sin, any excess that they please and then escape free from here: they should not be held accountable for anything, nor answerable for any of their misdeeds."

20*اوپر کے فقرے اور اس فقرے کے درمیان پوری ایک داستان ہے جسے سامع کے ذہن پر چھوڑ دیا گیا ہے ۔ کفار کا جو اعتراض پہلے فقرے میں نقل کیا گیا ہے وہ اتنا مہمل ہے کہ اس کی تردید کی حاجت محسوس نہیں کی گئی ۔ اس کا محض نقل کر دینا ہی اس کی لغویت ظاہر کرنے کے لیے کافی سمجھا گیا ۔ اس لیے کہ ان کا اعتراض جن دو اجزاء پر مشتمل ہے وہ دونوں ہی سراسر غیر معقول ہیں ۔ ان کا یہ کہنا کہ "ہم مٹی میں مل چکے ہوں گے" آخر کیا معنی رکھتا ہے ۔ "ہم" جس چیز کا نام ہے وہ مٹی میں کب رلتی ملتی ہے ؟ (مٹی میں تو صرف وہ جسم ملتا ہے جس سے "ہم" نکل چکا ہوتا ہے ۔ اس جسم کا نام "ہم" نہیں ہے ۔ زندگی کی حالت میں جب اس جسم کے اعضاء کاٹے جاتے ہیں تو عضو پر عضو کٹتا چلا جاتا ہے مگر "ہم" پورا کا پورا اپنی جگہ موجود رہتا ہے ۔ اس کا کوئی جز بھی کسی کٹے ہوئے عضو کے ساتھ نہیں جاتا ۔ اور جب یہ "ہم" کسی جسم میں سے نکل جاتا ہے تو پورا جسم موجود ہوتے ہوئے بھی اس پر اس "ہم" کے کسی ادنی شائبے تک کا اطلاق نہیں ہوتا ۔ اسی لیے تو ایک عاشق جاں نثار اپنے معشوق کے مردہ جسم کو لے جا کر دفن کر دیتا ہے ، کیونکہ معشوق اس جسم سے نکل چکا ہوتا ہے ۔ اور وہ معشوق نہیں بلکہ اس کا خالی جسم کو دفن کرتا ہے جس میں کبھی

اس کا معشوق رہتا تھا۔ پس معترضین کے اعتراض کا پہلا مقدمہ ہی بے بنیاد ہے۔ رہا اس کا دوسرا جز: ''کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے''؟ تو یہ انکار و تعجب کے انداز کا سوال سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا اگر معترضین نے بات کرنے سے پہلے اس ''ہم'' اور اس کے پیدا کیے جانے کے مفہوم پر ایک لمحہ کے لیے کچھ غور کر لیا ہوتا۔ اس ''ہم'' کی موجودہ پیدائش اس کے سوا کیا ہے کہ کہیں سے کوئلہ کہیں سے لوہا کہیں سے چونا اور اسی طرح کے دوسرے اجزاء جمع ہوئے اور اس کالبد خاکی میں یہ ''ہم'' براجمان ہو گیا۔ پھر اس کی موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اس کالبدِ خاکی میں سے جب ''ہم'' نِکل جاتا ہے تو اس کا مکان تعمیر کرنے کے لیے جو اجزاء زمین کے مختلف حصوں سے فراہم کیے گئے تھے وہ سب اسی زمین میں واپس چلے جاتے ہیں ۔ سوال یہ ہے کہ جس نے پہلے اس ''ہم'' کو یہ مکان بنا کر دیا تھا، کیا وہ دوبارہ اسی سر و سامان سے وہی مکان بنا کر اسے از سرنو اس میں نہیں بسا سکتا؟ یہ چیز جب پہلے ممکن تھی اور واقعہ کی صورت میں رونما ہو چکی ہے، تو دوبارہ اس کے ممکن ہونے اور واقعہ بننے میں آخر کیا امر مانع ہے؟ یہ باتیں ایسی ہیں جنہیں ذرا سی عقل آدمی استعمال کرے تو خود ہی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن وہ اپنی عقل کو اس رُخ پر کیوں نہیں جانے دیتا؟ کیا وجہ ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے حیات بعد الموت اور آخرت پر اس طرح کے لا یعنی اعتراضات جڑتا ہے؟ بیچ کی ساری بحث چھوڑ کر اللہ تعالیٰ دوسرے فقرے میں اسی سوال کا جواب دیتا ہے کہ ''دراصل یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں''۔ یعنی اصل بات یہ نہیں ہے کہ دوبارہ پیدائش کوئی بڑی ہی انوکھی اور بعید از امکان بات ہے جو ان کی سمجھ میں نہ آسکتی ہو، بلکہ دراصل جو چیز انہیں یہ بات سمجھنے سے روکتی ہے وہ ان کی یہ خواہش ہے کہ ہم زمین میں چھوٹے پھریں اور دل کھول کر گناہ کریں اور پھر یہاں سے نکل جائیں۔ پھر ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔ پھر اپنے کرتوتوں کا کوئی حساب ہمیں نہ دینا پڑے۔

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾	کہدو لے جاتا ہے تمہاری روح فرشتہ موت کا۔ وہ مقرر ہے تم پر۔ پھر اپنے رب کیطرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ *21	11. Say: Takes away your soul, the angel of death. He has charge over you. Then to your Lord, you shall be brought back. *21

***21** That is, "Your ego will not mix in the dust, but as soon as its term of action comes to an end, God's angel of death will come and will take it out of the body and seize it completely. No part of it will be allowed to become dust with the body. It will be taken intact into custody and produced before its Lord."

Let us consider in some detail the facts which have been presented in this brief verse:

(1) It says that death does not occur as a matter of course, like the stopping of a watch suddenly when it needs re-winding, but for this purpose Allah has appointed a special angel, who comes to receive the soul precisely in the manner as an official receiver takes something into his custody. From the details which have been mentioned at other places in the Quran, it becomes apparent that the chief angel of death has a whole staff of the angels under him, who perform a variety of duties in connection with causing the death, seizing the soul and taking it into custody. Moreover, their treatment of a guilty soul is different from their treatment of a believing, righteous soul. (For details, see Surah An-Nisa: Ayat 97, Surah Al-Anaam: Ayat 93, Surah An-Nahl: Ayat 28, Surah Al-Waqiah: Ayats 83-94).

(2) It also shows that man does not cease to exist after death, but his soul survives the body. The words of the Quran: "The angel of death shall seize you completely," point out the same reality. For something which does not exist cannot be seized. Seizing something and taking it into custody implies that the seized thing should be in possession of the seizer.

(3) It also shows that at the time of death that which is seized is not the biological life of man but his self, his ego, which is connoted by the words like "I" and "we" and "you". Whatever personality this ego may have developed during its life-activity in the world, the same is taken out intact as a whole, without effecting any increase or decrease in its characteristics, and the same is made to return to its Lord after death. The same personality will be given a new birth and a new body in the Hereafter; the same will be subjected to trial; the same will be called to account; and the same will have to experience rewards or punishments.

*21یعنی تمہارا ''ہم'' مٹی میں رل مل نہ جائے گا، بلکہ اس کی مہلتِ عمل ہوتے ہی خدا کا فرشتۂ موت آئے گا اور اُسے جسم سے نکال کر اپنے قبضے میں لے لے گا۔ اُس کا کوئی ادنیٰ جز بھی جسم کے ساتھ مٹی میں نہ جا سکے گا۔ اور وہ پورا کا پورا حراست (Cuatody) میں لے لیا جائے گا اور اپنے رب کے حضور پیش کر دیا جائے گا۔

اس مختصر سی آیت میں بہت سے حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر سے سرسری طور پر نہ گزر جائیے:

۱)۔ اس میں تصریح ہے کہ موت کچھ یوں ہی نہیں آجاتی کہ ایک گھڑی چل رہی تھی، کوک ختم ہوئی اور وہ چلتے چلتے یکایک بند ہوگئی۔ بلکہ دراصل اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو آ کر باقاعدہ رُوح کو ٹھیک اُسی طرح وصول کرتا ہے جس طرح ایک سرکاری امین (Official Receiver) کسی چیز کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔ قرآن کے دوسرے مقامات پر اس کی مزید تفصیلات جو بیان کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس افسرِ موت کے ماتحت فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے جو موت وارد کرنے اور روح کو جسم سے نکالنے اور اس کو قبضے میں لینے کی بہت سی مختلف النوع خدمات انجام دیتا ہے۔ نیز یہ کہ اس عملے کا برتاؤ مجرم روح کے ساتھ کچھ اَور ہوتا ہے اور مومنِ صالح رُوح کے ساتھ کچھ اور۔ (اِن تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ النساء، آیت ۹۷۔ الانعام، ۹۳۔ النحل، ۲۸۔ الواقعہ، ۸۳۔۹۴۔۲)۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موت سے انسان معدوم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح جسم سے نکل کر باقی رہتی ہے ۔ قرآن کے الفاظ ”موت کا فرشتہ تم کو پورا کا پورا اپنے قبضے میں لے لیگا“۔ اسی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ کوئی معدوم چیز قبضے میں لینے کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ مقبوضہ چیز قابض کے پاس رہے ۔

۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت جو چیز قبضے میں لی جاتی ہے وہ آدمی کی حیوانی زندگی (Biological life) نہیں بلکہ اس کی وہ خودی ، اس کی وہ انا (Ego) ہے جو ”میں“ اور ”ہم“ اور ”تم“ کے الفاظ سے تعبیر کی جاتی ہے ۔ یہ انا دنیا میں کام کر کے جیسی کچھ شخصیت بھی بنتی ہے وہ پوری جوں کی توں (Intact) نکال لی جاتی ہے بغیر اس کے کہ اس کے اوصاف میں کوئی کمی بیشی ہو ۔ اور یہی چیز موت کے بعد اپنے رب کی طرف پلٹائی جاتی ہے ۔ اسی کو آخرت میں نیا جنم اور نیا جسم دیا جائے گا اُسی پر مقدمہ قائم کیا جائے گا ، اسی سے حساب لیا جائے گا اور اسی کو جزا و سزا دیکھنی ہوگی ۔

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاكِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَ سَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾	اور اگر *22 تم دیکھو جب مجرم جھکائے ہوں گے اپنے سروں کو اپنے رب کے سامنے ۔ ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا تو ہمکو واپس بھیج دے کہ ہم کریں گے نیک عمل ۔ بیشک ہم یقین کرنیوالے ہیں ۔	12. And if *22 you could see when the criminals will lower their heads before their Lord. Our Lord, we have seen and we have heard so send us back, we will do the righteous deeds. Indeed, we do believe.

*22 This will be the scene when after returning to its Lord the human ‘ego’ will be standing before Him to render an account of its deeds.

*22 اب اُس حالت کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے جب اپنے رب کی طرف پلٹ کر یہ انسانی ”انا“ اپنا حساب دینے کے لیے اس کے حضور کھڑی ہوگی ۔

13. And if We willed, We could surely have given every soul its guidance.*23 But has come true the word from Me that I will surely fill Hell with the jinns and mankind together. *24	اور اگر ہم چاہتے توہم ضرور دے دیتے ہر نفس کو اسکی ہدایت *23 ۔ لیکن حق ہو چکی ہے یہ بات میری طرف سے کہ میں ضرور بھر دوں گا دوزخ کو جنوں سے اور انسانوں سے اکھٹا۔ *24	وَ لَوۡ شِئۡنَا لَاٰتَیۡنَا کُلَّ نَفۡسٍ ہُدٰىہَا وَ لٰکِنۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ مِنِّیۡ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَہَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۳﴾

*23 That is, "Had it been Our will to give guidance to the people after having made them observe and experience the reality, We would not have brought you here after making you undergo this hard test in the world. We could have given you such guidance even before. But We had a different scheme for you from the very beginning. We wanted to test you by keeping the reality hidden from your eyes and senses in order to see whether you could recognize it by your intellect after perceiving its signs in the universe and in your own selves or not, whether you could take advantage of the help that We provided to you through Our Prophets and Our Books to recognize the reality or not, and whether after knowing the reality, you could attain such control over your self or not that you should free yourselves from the service of your desires and lusts and believe in the reality and mend your ways and attitudes accordingly. You have failed in this test. Now setting the same test once again will be useless. If the second test is set in a condition when you remember everything that you have seen and heard here, it will be no test at all. And if, like before, you are

given re-birth in the world, while you do not remember anything and the reality is kept hidden from you, and you are set the test once again as before the result will not be, any different." (For further explanation, see Surah Al-Baqarah: Ayat 210, Surah Al-Anaam: Ayats 7-9, 27-28, 158, Surah Yunus: Ayat 19, Surah Al-Muminun: Ayats 99-100).

*23 یعنی اس طرح حقیقت کا مشاہدہ اور تجربہ کرا کر ہی لوگوں کو ہدایت دینا ہمارے پیش نظر ہوتا تو دنیا کی زندگی میں اتنے بڑے امتحان سے گزار کر تم کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی، ایسی ہدایت تو ہم پہلے ہی تم کو دے سکتے تھے لیکن تمہارے لیے تو آغاز ہی سے ہماری اسکیم یہ نہ تھی ہم تو حقیقت کو نگاہوں سے اوجھل اور حواس سے مخفی رکھ کر تمہارا امتحان لینا چاہتے تھے کہ تم براہ راست اُس کو بے نقاب دیکھنے کے بجائے کائنات میں اور خود اپنے نفس میں اُس کی علامات دیکھ کر اپنی عقل سے اُس کو پہچانتے ہو یا نہیں ، ہم اپنے انبیاء اور اپنی کتابوں کے ذریعہ سے اِس حقیقت شناسی میں تمہاری جو مدد کرتے ہیں اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہو یا نہیں ، اور حقیقت جان لینے کے بعد اپنے نفس پر اتنا قابو پاتے ہو یا نہیں کہ خواہشات اور اغراض کی بندگی سے آزاد ہو کر اس حقیقت کو مان جاؤ اور اس کے مطابق اپنا طرز عمل درست کر لو۔ اس امتحان میں تم ناکام ہو چکے ہو۔ اب دوبارہ اِسی امتحان کا سلسلہ شروع کرنے سے کیا حاصل ہو گا۔ دوسرا امتحان اگر اس طرح لیا جائے کہ تمہیں وہ سب کچھ یاد ہو جو تم نے یہاں دیکھ اور سن لیا ہے تو یہ سرے سے کوئی امتحان ہی نہ ہو گا۔ اگر پہلے کی طرح تمہیں خالی الذہن کر کے اور حقیقت کو نگاہوں سے اوجھل رکھ کر تمہیں پھر دُنیا میں پیدا کر دیا جائے اور نئے سرے سے تمہارا اُسی طرح امتحان لیا جائے جیسے پہلے لیا گیا تھا، تو نتیجہ پچھلے امتحان سے کچھ بھی مختلف نہ ہو گا۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد اوّل ، صفحات ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۵۶۵۔ ۶۲۵۔ ۵۳۲ ۔ ۶۰۳ ۔۶۰۴۔ جلد دوّم ص، ۲۷۶ ۔ جلد سوّم ص ۳۰۰)۔ تفہیم القرآن جلد اول سورہ بقرۃ حاشیہ 228، الانعام حواشی 1،141 ، جلد دوم یونس حاشیہ 26، جلد سوم المؤمنون حاشیہ 91۔

*24 The allusion is to what Allah had said, addressing Satan, at the creation of Adam: In Ayats 69-88 of Surah Suad the whole story of that time has been related. When

Satan refused to prostrate himself before Adam and asked for respite till Resurrection in order to seduce mankind, Allah had replied: “The truth is this, and the truth only I speak, that I shall fill Hell with you and all those who follow you from among mankind.”

The word *ajmain* (all together) here does not mean that all jinns and all men will be cast into Hell, but it means that the satans and the men who follow them, will be cast into Hell all together.

24*اشارہ ہے اُس قول کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے وقت ابلیس کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا تھا ۔ سورہ ص کے آخری رکوع میں اُس وقت کا پورا قصہ بیان کیا گیا ہے ۔ ابلیس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور نسل آدم کو بہکانے کے لیے قیامت تک کی مہلت مانگی ۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ”پس حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں کہ جہنم کو بھر دوں گا تجھ سے اور اُن لوگوں سے جو انسانوں میں سے تیری پیروی کریں گے ۔“

اَجْمَعِيْنَ کا لفظ یہاں اس معنی میں استعمال نہیں کیا گیا ہے کہ تمام جن اور تمام انسان جہنم میں ڈال دیے جائیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیاطین اور ان شیاطین کے پیرو انسان سب ایک ساتھ ہی واصل بجہنم ہوں گے ۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾

سو چکھو تم اس لئے کہ بھلا رکھا تھا تم نے ملاقات کو آج کے اپنے اس دن کی *25 ۔بیشک ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا ہے اور چکھو عذاب ہمیشہ کا اس لئے کہ جو تم کیا کرتے تھے ۔

14. So taste because of your forgetting the meeting of this Day of yours. *25 Surely, We will forget you and taste the punishment of everlasting for what you used to do.

*25 That is, "You became so absorbed in pleasure-seeking in the world that you totally forgot that you had to meet your Lord on this Day."

*25 یعنی دنیا کے عیش میں گم ہو کر تم نے اس بات کو بالکل بھلا دیا کہ کبھی اپنے رب کے سامنے بھی جانا ہے۔

15. Only those believe in Our revelations who, when they are reminded of them, fall down prostrate and glorify with the praise of their Lord, and they are not arrogant AsSajda. *26	صرف ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر وہی لوگ کہ جب انکو نصیحت کی جاتی ہے انکے ذریعے سے تو گرتے ہیں سجدے میں اور تسبیح کرتے ہیں حمد کے ساتھ اپنے رب کی اور وہ مغرور نہیں ہیں *26 ۔ السجدہ	اِنَّمَا يُؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَ هُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۩ ۱۵ السجدہ

*26 In other words, they do not regard it as below their dignity to give up their false notions and believe in Allah's revelations and adopt His service and obedience. Their conceit does not hinder them from accepting the truth and obeying their Lord.

*26 بالفاظ دیگر وہ اپنے غلط خیالات کو چھوڑ کر اللہ کی بات مان لینے اور اللہ کی بندگی اختیار کر کے اس کی عبادت کو چھوڑ کر اللہ کی بات مان لینے اور اللہ کی بندگی اختیار کر کے اس کی عبادت بجا لانے کو اپنی شان سے گری ہوئی بات نہیں سمجھتے۔ نفس کی کبریائی انہیں قبولِ حق اور اطاعت رب سے مانع نہیں ہوتی۔

16. They forsake their sides away from the beds, supplicating their Lord in fear and hope. *27 And of that	علیحدہ رکھتے ہیں وہ اپنے پہلو بچھونوں سے۔ پکارتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے *27 اور اس میں سے جو ہم نے انکو دیا	تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا

what We have bestowed on them, *28 they spend.	ہے *28 خرچ کرتے ہیں۔	رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾

*27 That is, they worship their Lord instead of enjoying sensuous pleasures at night. They are not like the world-worshipers, who seek entertainments in music and dancing, drinking and merry-making, in the night in order to get relief from the day's fatigue and labor and toil. Instead, when they are free from their day's work and duties, they devote themselves to the adoration of their Lord, spend their nights in His remembrance, tremble out of fear of Him, and pin all their hopes on Him. "Who forsake their beds" does not mean that they do not sleep at all at night, but that they spend a part of the night in Allah's worship.

*27یعنی راتوں کو داد عیش دیتے پھرنے کے بجائے وہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں ۔ اُن کا حال اُن دُنیا پرستوں کا سا نہیں ہے جنہیں دِن کی محنتوں کی کلفت دُور کرنے کے لیے راتوں کو ناچ گانے اور شراب نوشی اور کھیل تماشوں کی تفریحات درکار ہوتی ہیں ۔ اس کے بجائے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ دِن بھر اپنے فرائض انجام دے کر جب وہ فارغ ہوتے ہیں تو اپنے رب کے حضور کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ اس کی یاد میں راتیں گزارتے ہیں ۔ اس کے خوف سے کانپتے ہیں اور اسی سے اپنی ساری اُمیدیں وابستہ کرتے ہیں ۔

بستروں سے پیٹھیں الگ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ راتوں کو سوتے ہی نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ راتوں کا ایک حصہ خدا کی عبادت میں صرف کرتے ہیں ۔

*28 In the original, *rizq* means lawful provisions. Unlawful provisions have nowhere been called *rizq* by Allah. The verse therefore means: They spend from whatever little or much of pure provisions We have given to them; they do not overspend and do not grab unlawful wealth in order to meet their expenses.

*28 رزق سے مراد ہے رزق حلال ۔ مال حرام کو اللہ تعالیٰ اپنے دیے ہوئے رزق سے تعبیر نہیں فرماتا ۔ لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو تھوڑا یا بہت پاک رزق ہم نے اُنہیں دیا ہے اسی میں سے خرچ کرتے ہیں ۔ اِس سے تجاوز کر کے اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے حرام مال پر ہاتھ نہیں مارتے ۔

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۷﴾	سو نہیں جانتا کوئی شخص جو کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے انکے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ جزاء اسکی جو وہ کرتے تھے۔ *29	17. So does not know a soul what is kept hidden for them as comfort of the eyes. A reward for what they used to do. *29

*29 Bukhari, Muslim, Tirmidhi and Imam Ahmad have in different ways cited on the authority of Abu Hurairah that the Prophet (peace be upon him) said: “Allah says: I have made ready for My righteous servants that which has neither been seen by the eye, nor heard by the ear, nor ever conceived by any man.” The same thing has been reported with a little difference in wording by Abu Said Khudri, Mughirah bin Shubah and Sahl bin Saad asSaidi from the Prophet (peace be upon him) and related with authentic links by Muslim. Ahmed, Ibn Jarir and Tirmidhi.

*29 بخاری، مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں متعدد طریقوں سے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قال اللہ تعالیٰ اعددت بعبادی الصالحین ما لا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشرٍ۔ ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ فراہم کر رکھا ہے جسے نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کبھی کسی کان نے سنا، نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصوّر کر سکا ہے‘‘۔ یہی مضمون تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت سہل بن سعد ساعدی نے بھی حضورؐ سے روایت کیا ہے جسے مسلم، احمد، ابن جریر اور ترمذی نے صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے ۔

18. Is then he who is a believer like him who is disobedient. *30 They are not equal. *31	تو کیا وہ جو ہے مومن اسکی طرح ہے جو ہے نافرمان *30 ۔ نہیں ہیں وہ برابر۔ *31	اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ ﴿۱۸﴾

*30 Here *mumin* (believer) and *fasiq* (sinner) have been used as two contrasting terms. *Mumin* is he who believes in Allah as his Lord and the One and only deity and adopts obedience of the law which Allah has sent down through His Prophets. Contrary to this, *fasiq* is he who adopts the attitude of *fisq* (disobedience, rebellion, independence and obedience to others than Allah).

*30 یہاں مومن اور فاسق کی دو متقابل اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں ۔ مومن سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب واحد مان کر اُس قانون کی اطاعت اختیار کر لے جو اللہ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے بھیجا ہے ۔ اس کے برعکس فاسق وہ جو فسق (خروج از طاعت ،یا باالفاظ دیگر بغاوت ، خود مختاری اور اطاعت غیر اللہ) کا رویہ اختیار کرے ۔

*31 That is, “They can neither have the same way of thinking and life in the world nor can they be treated alike by God in the Hereafter.”

*31 یعنی نہ دُنیا میں ان کا طرز فکر و طرز حیات یکساں ہو سکتا ہے اور نہ آخرت میں ان کے ساتھ خدا کا معاملہ یکساں ہو سکتا ہے ۔

19. As for those who believed and did righteous deeds, for them are the gardens of retreat. *32 A hospitable	پس یہ کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور کرتے رہے نیک اعمال انکے لئے ہیں باغات رہنے کے۔ *32 مہمانی	اَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَاۡوٰى نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوۡا

reception for what they used to do.	نوازی اس لئے جو وہ کیا کرتے تھے۔	يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾

*32 That is, "The Gardens will not merely be a means of entertainment for them, but the same will be their dwelling-places in which they will live for ever."

*32 یعنی وہ جنّتیں اُن کی سیر گاہیں نہیں ہوں گی بلکہ وہی ان کی قیام گاہیں بھی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

20. And as for those who disobeyed, so their refuge is the Fire. Whenever they intend to get out of it, they will be brought back into it. And it will be said to them: Taste the punishment of the fire that which you used to deny.	اور یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کی تو انکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جب کبھی چاہیں گے کہ نکل جائیں اس میں سے تو لوٹا دیئے جائیں گے اس میں۔ اور کہا جائے گا ان سے چکھو عذاب دوزخ کا وہ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔	وَ اَمَّا الَّذِيۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَاۤ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا وَ قِيۡلَ لَهُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۰﴾
21. And surely We will make them taste of the worldly punishment before the greater punishment, perhaps that they will return. *33	اور یقیناً چکھائیں گے ہم انکو دنیا کے عذاب میں سے ایک بڑے عذاب سے پہلے کہ شاید وہ لوٹ آئیں۔ *33	وَ لَـنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنَ الۡعَذَابِ الۡاَدۡنٰى دُوۡنَ الۡعَذَابِ الۡاَكۡبَرِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۱﴾

*33 "The greater punishment" is the torment of the Hereafter, which will be imposed on the guilty ones in

consequence of disbelief and disobedience. "Nearer punishment", in contrast, implies those calamities which afflict man even in this world, e.g., diseases in the life of individuals, deaths of the near and dear ones, serious accidents, losses, failures, etc. and storms, earthquakes, floods, epidemics, famines, riots, wars and many other disasters, in collective life, which affect hundreds of thousands of the people simultaneously. The reason given for sending these calamities is that the people should take heed even before they are involved in the "greater torment" and give up the attitude and way of life in consequence of which they will have to suffer the greater torment ultimately. In other words, it means this: Allah has not kept man in perfect security in the world so that he may live in full peace, and become involved in the misunderstanding that there is no power above him, which can cause him harm. But Allah has so arranged things that He sends disasters and calamities on individuals as well as on nations and countries from time to time, which give man the feeling that he is helpless and that there is about him an All-Powerful Sovereign Who is ruling His universal kingdom. These calamities remind each individual and groups and nation that there is another Power above them Who is controlling their destinies. Everything has not been placed at man's disposal. The real Power is in the hand of the Sovereign. When a calamity from Him descends on man, you can neither avert it by any artifice, nor can escape from it by invoking a jinn, or a spirit, or a god or goddess, or a prophet or saint. Considered in this light, these calamities

are not mere calamities but warnings of God, which are sent to make man conscious of the reality and to remove his misunderstandings. If man learns a lesson from these and corrects his belief and conduct here in the world, he will not have to face the greater torment of God in the Hereafter.

33*''عذاب اکبر'' سے مراد آخرت کا عذاب ہے جو کفر و فسق کی پاداش میں دیا جائے گا۔اس کے مقابلہ میں '' عذاب ادنیٰ '' کا الفاظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد وہ تکلیفیں ہیں جو اِسی دُنیا میں انسان کو پہنچتی ہیں ۔ مثلاً افراد کی زندگی میں سخت بیماریاں ،اپنے عزیز ترین لوگوں کی موت ، المناک حادثے ،نقصانات ، ناکامیاں وغیرہ ۔ اور اجتماعی زندگی میں طوفان ،زلزلے ،سیلاب، وبائیں ،قحط ،فسادات، لڑائیاں اور دوسری بہت سی بلائیں جو ہزاروں ، لاکھوں ،کروڑوں انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہیں ۔ اُن آفات کے نازل کرنے کی مصلحت یہ بیان کی گئی ہے کہ عذابِ اکبر میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی لوگ ہوش میں آجائیں اور اُس طرزِ فکر و عمل کو چھوڑ دیں جس کی پاداش میں آخر کار انہیں وہ بڑا عذاب بھگتنا پڑے گا ۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بالکل بخیریت ہی نہیں رکھا ہے کہ پورے آرام و سکون سے زندگی کی گاڑی چلتی رہے اور آدمی اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ اُس سے بالا کوئی طاقت نہیں ہے جو اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا اِنتظام کر رکھا ہے کہ وقتاً فوقتاً افراد پر بھی اور قوموں اور ملکوں پر بھی ایسی آفات بھیجتا رہتا ہے جو اسے اپنی بے بسی کا اور اپنے سے بالا تر ایک ہمہ گیر سلطنت کی فرمانروائی کا احساس دِلاتی ہیں ۔ یہ آفات ایک ایک شخص کو، ایک ایک گروہ کو اور ایک ایک قوم کو یہ یاد دِلاتی ہیں کہ اوپر تمہاری قسمتوں کو کوئی اور کنٹرول کر رہا ہے ۔ سب کچھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دے دیا گیا ہے ۔ اصل طاقت اُسی کارفرما اقتدار کے ہاتھ میں ہے ۔ اُس کی طرف سے جب کوئی آفت تمہارے اوپر آئے تو نہ تمہاری کوئی تدبیر اسے دفع کر سکتی ہے ،اور نہ کسی جن ، یا روح ، یا دیوی اور دیوتا، یا نبی اور ولی سے مدد مانگ کر تم اس کو روک سکتے ہو۔ اس لحاظ سے یہ آفات محض آفات نہیں ہیں بلکہ خدا کی تنبیہات ہیں جو انسان کو حقیقت سے آگاہ کرنے اور اس کی غلط فہمیاں رفع کرنے کے لیے بھیجی جاتی ہیں ۔ ان سے سبق لے کر دُنیا ہی میں آدمی

اپنا عقیدہ اور عمل ٹھیک کرلے تو آخرت میں خدا کا بڑا عذاب دیکھنے کی نوبت ہی کیوں آئے ۔

22. And who is greater wicked than him who is reminded of the verses of his Lord, then he turned away from them. *34 Indeed, from the criminals, We shall take vengeance.	اور کون بڑھ کر ظالم ہے اس سے جسکو نصیحت کی گئی آیات سے اسکے رب کی پھر اس نے منہ پھیر لیا اُن سے ۔ *34 بلا شبہ مجرموں سے ہم بدلہ لینگے ۔	وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعۡرَضَ عَنۡهَا ؕ اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ ۝٢٢

*34 "The signs of his Lord" include all kinds of the signs. A perusal of all the Quranic verses in this regard shows that these signs are of the following six kinds:

(1) The signs which are found in everything from the earth to the heavens.

(2) The sign which are found in man's own creation and in his constitution and body.

(3) The signs which are found in man's intuition, his unconscious and subconscious mind and in his moral concepts.

(4) The signs which are found in the continuous experience of human history.

(5) The signs which are found in the coming down of the earthly and heavenly calamities on man.

(6) And, over and above all these, the revelations which Allah sent through His Prophets so that man may be made conscious in a rational way of those realities, which are pointed out by all the above-mentioned signs.

All these signs proclaim consistently and clearly: "O man,

you are neither without God, nor the servant of many gods, but your God is only One God: no other way of life is correct for you except the way of His service and obedience. You have not been left to live a free and independent and irresponsible life in this world, but you have to appear before yow God and render an account of your deeds after your life-activity here has come to an end, and be rewarded or punished accordingly. Therefore, it is in yow own interest that you should follow the guidance which your God has sent through His Prophets and His Books for your instruction and desist from an independent way of lift." Now, obviously, the man who has been warned in so many different ways, for whose admonition countless different signs have been provided, and who has been blessed with the eyes to see and the ears to hear and the mind to think, and yet he closes his eyes to all these signs, and closes his ears to the admonitions of his well-wishers, and uses his mind for inventing stupid and blind philosophies only can be a wretched and wicked person. He only deserves to be given full punishment for rebellion when he appears before his God after the expiry of the period of test in the world.

34*''رب کی آیات'' یعنی اُس کی نشانیوں کے الفاظ بہت جامع ہیں جن کے اندر تمام اقسام کی نشانیاں آجاتی ہیں ۔ قرآن مجید کے جملہ بیانات کو نگاہ میں رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشانیاں حسب ذیل چھ قسموں پر مشتمل ہیں:

۱۔ وہ نشانیاں جو زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز میں اور کائنات کے مجموعی نظام میں پائی جاتی ہیں ۔

۲۔ وہ نشانیاں جو انسان کی اپنی پیدائش اور اس کی ساخت اور اس کے وجود میں پائی جاتی ہیں ۔

۳۔ وہ نشانیاں جو انسان کے وجدان میں ، اسکے لاشعور میں ، اور اُس کے اخلاقی تصوّرات میں پائی جاتی ہیں ۔

۴۔ وہ نشانیاں جو انسانی تاریخ کے مسلسل تجربات میں پائی جاتی ہیں ۔
۵۔ وہ نشانیاں جو انسان پر آفاتِ ارضی و سماوی کے نزول میں پائی جاتی ہیں ۔
۶۔ اور ان سب کے بعد وہ آیات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ سے بھیجیں تاکہ معقول طریقے سے انسان کو انھی حقائق سے آگاہ کیا جائے جن کی طرف اوپر کی تمام نشانیاں اشارہ کر رہی ہیں ۔

یہ ساری نشانیاں پوری ہم آہنگی اور بلند آہنگی کے ساتھ انسان کو یہ بتا رہی ہیں کہ تو بے خدا نہیں ہے ، نہ بہت سے خداؤں کا بندہ ہے ، بلکہ تیرا خدا صرف ایک ہی ہے جس کی عبادت و اطاعت کے سوا تیرے لیے کوئی دوسرا راستہ صحیح نہیں ہے ۔ تو اس دُنیا میں آزاد و خود مختار اور غیر ذمہ دار بنا کر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ تجھے اپنا کارنامۂ حیات ختم کرنے کے بعد اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہے اور اپنے عمل کے لحاظ سے جزا اور سزا پانی ہے ۔ پس تیری اپنی خیر اسی میں ہے کہ تیرے خدا نے تیری رہنمائی کے لیے اپنے انبیاء اور اپنی کتابوں کے ذریعہ سے جو ہدایت بھیجی ہے اس کی پیروی کر اور خود مختاری کی روش سے باز آجا ۔

اب یہ ظاہر ہے کہ جس انسان کو اتنے مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہو ، جس کی فہمائش کے لیے طرح طرح کی اتنی بے شمار نشانیاں فراہم کی گئی ہوں ، اور جسے دیکھنے کے لیے آنکھیں سننے کے لیے کان ، اور سوچنے سمجھنے کے لیے دل کی نعمتیں بھی دی گئی ہوں ، وہ اگر ان ساری نشانیوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے ، سمجھانے والوں کی تذکیر و نصیحت کے لیے بھی اپنے کان بند کر لیتا ہے ، اور اپنے دل و دماغ سے بھی اوندھے فلسفے ہی گھڑنے کا کام لیتا ہے ، اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا ۔ وہ پھر اسی کا مستحق ہے کہ دُنیا میں اپنے امتحان کی مدّت ختم کرنے کے بعد جب وہ اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو تو بغاوت کی بھرپور سزا پائے ۔

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَلَا تَکُنۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآئِہٖ وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿ۚ۲۳﴾

اور بیشک ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تو نہ ہونا تم شک میں اس کے ملنے میں *35 اور ہم نے بنایا تھا اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے لئے ۔ *36

23. And certainly, We gave Moses the Book, so do not be in doubt of his receiving it, *35 and We appointed it a guidance for the Children of Israel. *36

*35 The address apparently is to the Prophet (peace be upon him), but the real addressees are the people who doubted his prophethood and the revelation of the divine Book to him. From here the discourse turns to the same theme that was mentioned in the beginning of the Surah (Ayats 2-3). The disbelievers of Makkah were saying: “No book has come down to Muhammad (peace be upon him) from Allah. He has himself forged it, but claims that it has been sent down by Allah.” The first answer to this was given in the initial verses. This is the second answer. The first thing said in this regard is: “O Prophet, these ignorant people regard it as impossible that a Book should be sent down to you, and want that every other person also should at least be involved in suspicion about it even if he does not reject it altogether. But the revelation of a Book to a servant from Allah is not a novel and new event, which might have occurred for the first time today in human history. Before this, Books have been sent down to several Prophets, the most well-known among these being the Book which was sent down to the Prophet Moses (peace be upon him). A Book of the same nature has been sent down to you now. Therefore, there is nothing odd and strange in this, which may cause doubts in the minds of the people.”

*35 خطاب بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، مگر دراصل مخاطب وہ لوگ ہیں جو حضور صلعم کی رسالت میں ، اور آپ کے اوپر کتاب اِلٰہی کے نازل ہونے میں شک کر رہے تھے ۔ یہاں سے کلام کا رخ اسی مضمون کی طرف پھر رہا ہے جو آغاز سورۃ (آیات نمبر ۲ اور ۳) میں بیان ہوا تھا ۔ کفارِ مکہ کہہ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے کوئی کتاب نہیں آئی ہے انہوں نے اسے خود گھڑ لیا ہے اور دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ

خدانے اسے نازل کیا ہے ۔ اس کا ایک جواب ابتدائی آیات میں دیا گیا تھا ۔ اب اس کا دوسرا جواب دیا جا رہا ہے ۔ اس سلسلے میں پہلی بات جو فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اے نبی یہ نادان لوگ تم پر کتابِ الٰہی کے نازل ہونے کو اپنے نزدیک بعید از امکان سمجھ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر دوسرا شخص بھی اگر اس کا انکار نہ کرے تو کم از کم اس کے متعلق شک ہی میں پڑ جائے ۔ لیکن ایک بندے پر خدا کی طرف سے کتاب نازل ہونا ایک نرالا واقعہ تو نہیں ہے جو انسانی تاریخ میں آج پہلی مرتبہ ہی پیش آیا ہو ۔ اس سے پہلے متعدد انبیاء پر کتابیں نازل ہو چکی ہیں جن میں سے مشہور ترین کتاب وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی ۔ لہٰذا اسی نوعیت کی ایک چیز آج تمہیں دی گئی ہے تو آج آخر اس میں انوکھی بات کیا ہے جس پر خواہ مخواہ شک کیا جائے ۔

***36 That is, "That Book was made a means of guidance for the children of Israel, and this Book, likewise, has been sent down for your guidance." As has already been elucidated in Ayat 3, the full meaning of this verse can be understood only if one keeps in view the historical background. History bears evidence, and the disbelievers of Makkah also were not unaware, that the children of Israel had been passing miserable lives for centuries in Egypt. At such a Juncture, Allah raised the Prophet Moses (peace be upon him) among them, and delivered them from bondage. Then He sent down the Book to them, because of which the same very suppressed and subdued nation received guidance and became a prominent nation in the world. Alluding to this historical background, the Arabs are being told: "Just as that Book was sent for the guidance of the Israelites, so has this Book been sent for your guidance."**

*36 یعنی وہ کتاب بنی اسرائیل کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بنائی گئی تھی اور یہ کتاب اسی طرح تم لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھیجی گئی ہے جیسا کہ آیت نمبر ۳ میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے ۔ اس ارشاد کی پوری معنویت

اس کے تاریخی پس منظر کو نگاہ میں رکھنے سے ہی سمجھ میں آسکتی ہے ۔ یہ بات تاریخ سے ثابت ہے اور کفار مکہ بھی اس سے ناواقف نہ تھے کہ بنی اسرائیل کئی صدی تک مصر میں انتہائی ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے ۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا ان کے ذریعہ سے اس قوم کو غلامی کی حالت سے نکالا پھر ان پر کتاب نازل کی اور اس کے فیض سے وہی دبی اور پسی ہوئی قوم ہدایت پاکر دنیا میں ایک نامور قوم بن گئی ۔ اس تاریخ کی طرف اشارہ کر کے اہلِ عرب سے فرمایا جا رہا ہے کے جس طرح بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے وہ کتاب بھیجی گئی تھی، اسی طرح تمہاری ہدایت کے لیے یہ کتاب بھیجی گئی ہے ۔

وَ جَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ؕ۟ وَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾	اور بنائے ہم نے ان میں سے پیشوا جو ہدایت کرتے تھے ہمارے حکم سے جبکہ وہ صبر کرتے تھے *37 ۔ اور وہ تھے ہماری آیتوں پر یقین رکھنے والے ۔	24. And We made from among them leaders, guiding by Our command while they were patient. *37 And they were, in Our signs, believers with certainty.

*37 That is, “Whatever progress the children of Israel made and whatever heights they attained by that Book, was not simply due to the reason that a Book had been sent among them. It was not an amulet that they might have hung around their necks and they might have started ascending the steps of glory under its good and protective influence. But the glory was the direct result of their firm faith in the revelations of Allah, and of the patience and perseverance that they showed in following the divine commandments. Among the Israelites, the leadership also belonged to only those who were true believers of the Book of Allah and were not tempted at all by the greed of worldly gains and

enjoyments. When in their love of the truth they stood firm against every danger, endured every loss and affliction, and exerted their utmost against every hostile force, from the lusts of their own selves to the external enemies of the true faith, then only did they become the leaders of the world. The object is to warn the disbelievers of Arabia that just as the coming of the Book of Allah had decided the destinies of the children of Israel, so will this Book decide the destinies among you. Now only those people will become the leaders, who will believe in it and follow the truth presented by it patiently and resolutely. Those who turn away from it are destined to end up in failure and wretchedness.

37*یعنی بنی اسرائیل کو اس کتاب نے جو کچھ بنا یا اور جن مدارج پر ان کو پہنچایا، وہ محض ان کے درمیان کتاب کے آجانے کا کرشمہ نہ تھا کہ گویا یہ کوئی تعویز ہو جو باندھ کر اس قوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا ہو اور اس کے لٹکتے ہی قوم نے بامِ عروج پر چڑھنا شروع کر دیا ہو بلکہ یہ ساری کرامت اس یقین کی تھی جو وہ اللہ کی آیات پر لائے اور اس صبر اور ثابت قدمی کی تھی جو انہوں نے احکامِ الٰہی کی پیروی میں دکھائی ۔ خود بنی اسرائیل کے اندر بھی پیشوائی انہی کو نصیب ہوئی جو ان سے کتاب اللہ کے سچے مومن تھے اور دُنیوی فائدوں اور لذتوں کی طمع میں پھسل جانے والے نہ تھے ۔ انہوں نے جب حق پرستی میں ہر خطرے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہر نقصان اور ہر تکلیف کو برداشت کیا اور اپنے نفس کی شہوات سے لے کر باہر کے اعدائے دین تک ہر ایک کے خلاف مجاہدہ کا حق ادا کر دیا تب ہی وہ دنیا کے امام بنے اس سے مقصود کفارِ عرب کو متنبہ کرنا ہے کہ جس طرح خدا کی کتاب کے نزول نے بنی اسرائیل کے اندر قسمتوں کے فیصلے کیے تھے اسی طرح اب اس کتاب کا نزول تمہارے درمیان بھی قسمتوں کا فیصلہ کر دے گا ۔ اب وہی لوگ امام بنیں گے جو اس کو مان کر صبر و ثبات کے ساتھ حق کی پیروی کریں گے ۔ اس سے منہ موڑنے والوں کی تقدیر گردش میں آچکی ہے ۔

25. Indeed, your Lord, He will judge	بلاشبہ تمہارا رب ہی فیصلہ کردیگا	إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ

يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۲۵﴾

انکے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ *38

between them on the Day of Resurrection in those matters wherein they used to differ. *38

*38 The allusion is to the differences and schisms in which the children of Israel were involved after they became deprived of the faith and belief and gave up obedience of their righteous leaders and were given to the worship of the world. One result of this is obvious and before the whole world: they suffer from disgrace and infamy and misfortune; the other result is that which is not known, to the world: it will appear on the Day of Resurrection.

*38 یہ اشارہ ہے ان اختلافات اور فرقہ بندیوں کی طرف جن کے اندر بنی اسرائیل ایمان ویقین کی دولت سے محروم ہونے اور اپنے راست روائمہ کی پیروی چھوڑ دینے اور دُنیا پرستی میں پڑ جانے کے بعد مبتلا ہوئے۔ اس حالت کا ایک نتیجہ تو ظاہر ہے جسے ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ بنی اسرائیل ذلت میں گرفتار ہیں۔ دوسرا وہ ہے جو دنیا نہیں جانتی اور وہ قیامت کے روز ظاہر ہو گا۔

اَوَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۲۶﴾

کیا نہ ہوئی ہدایت انکے لئے کہ کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے کی امتوں میں۔ چلتے پھرتے ہیں یہ جنکے رہنے کے مقامات میں *39۔ بیشک اسمیں ہیں نشانیاں۔ تو کیا نہیں یہ سنتے۔

26. Is it not a guidance for them, how many have We destroyed before them among the generations. They do walk amid their places of dwelling. *39 Indeed, in that are signs. Do not they then listen.

*39 That is, "Have they not learned any lesson from this continuous experience of history that to whichever nation a messenger came, the decision of its destiny became dependent upon the attitude it adopted with regard to him? If it rejected its messenger, it could not escape its doom. The only people to escape were those who believed in the messenger. Those who disbelieved became an object of warning for ever and ever."

*39 یعنی کیا تاریخ کے اس مسلسل تجربے سے ان لوگوں نے کوئی سبق نہیں لیا کہ جس قوم میں بھی خدا کا رسول آیا ہے اس کی قسمت کا فیصلہ اس رویے کے ساتھ معلق ہوگیا ہے جو اپنے رسول کے معاملہ میں اس نے اختیار کیا۔ رسول کو جھٹلا دینے کے بعد پھر کوئی قوم بچ نہیں سکی ہے۔ اس میں سے بچے ہیں تو صرف وہی لوگ جو اس پر ایمان لائے۔ انکار کر دینے والے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سامانِ عبرت بن کر رہ گئے۔

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَى الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا تَاۡكُلُ مِنۡهُ اَنۡعَامُهُمۡ وَ اَنۡفُسُهُمۡ‌ ؕ اَفَلَا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾	کیا نہیں انہوں نے دیکھا کہ ہم رواں کرتے ہیں پانی اس زمین کی طرف جو بنجر ہے۔ پھر نکالتے ہیں ہم اس سے کھیتی۔ کھاتے ہیں جس میں سے انکے چوپائے اور یہ خود بھی۔ تو کیا نہیں یہ دیکھتے۔ *40	27. Have they not seen that We drive the water to the land which is barren. Then We bring forth therewith crop. Eat from which their cattle and they themselves. Do they not then see. *40

*40 Keeping the context in view it becomes obvious that this thing has not been mentioned here for the sake of providing an argument for the life-after-death, as generally found in the Quran, but in this context its object is different. This, in fact, contains a subtle allusion to this effect: "Just as a person seeing a barren land cannot imagine that it will ever

bloom and swell with vegetation, but a single shower of the rain sent by God changes its color altogether, so is the case with the message of Islam at this juncture. People think that it is not going to gain ground, but a single manifestation of Allah's power and grace will cause it to gain such glory that people will be amazed at its progress.”

*40 سیاق و سباق کو نگاہ میں رکھنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں یہ ذکر حیات بعدالموت پر استدلال کرنے کے لیے نہیں کیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن میں بالعموم ہوتا ہے، بلکہ اِس سلسلۂ کلام میں یہ بات ایک اور ہی مقصد کے لیے فرمائی گئی ہے۔ اس میں دراصل ایک لطیف اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جس طرح ایک بنجر پڑی ہوئی زمین کو دیکھ کر آدمی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ یہ بھی کبھی لہلہاتی کشت زار بن جائے گی، مگر خدا کی بھیجی ہوئی برسات کا ایک ہی ریلا اس کا رنگ بدل دیتا ہے، اُسی طرح یہ دعوتِ اسلام بھی اِس وقت تم کو ایک نہ چلنے والی چیز نظر آتی ہے، لیکن خدا کی قدرت کا ایک ہی کرشمہ اس کو وہ فروغ دے گا کہ تم دنگ رہ جاؤ گے۔

28. And they say: When will be this judgment, if you should be truthful.*41	اور وہ کہتے ہیں کب ہو گا یہ فیصلہ اگر ہو تم سچے۔ *41	وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾

*41 That is, “You say that Allah’s succor will at last reach you and your rejectors will be struck down by His wrath. Then, tell us: When will this happen? When will judgment be passed between you and us?”

*41 یعنی تم جو کہتے ہو کہ آخر کار اللہ کی مدد آئے گی اور ہمیں جھٹلانے والوں پر اُس کا غضب ٹوٹ پڑے گا، تو بتاؤ وہ وقت کب آئے گا؟ کب ہمارا تمہارا فیصلہ ہو گا؟

29. Say: On the day of the judgment,	کہدو کہ فیصلے کے دن نہ فائدہ دے	قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ

no benefit will it be to those who disbelieved, their belief, nor they will be reprieved. *42	گا ان کو جنہوں نے کفر کیا ان کا ایمان اور نہ انکو مہلت دی جائے گی۔ *42	الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝٢٩

*42 That is, "It is not a thing for which you should feel so impatient and restless. When the torment of Allah comes, you will get no time to mend your ways. Make the best of the time which is available before the coming of the torment. If you will believe only when you see the torment, it will not avail you anything then."

42*یعنی یہ کونسی ایسی چیز ہے جس کے لیے تم بے چین ہوتے ہو۔ خدا کا عذاب آ گیا تو پھر سنبھلنے کا موقع تم کو نصیب نہ ہو گا۔ اس مہلت کو غنیمت جانو جو عذاب آنے سے پہلے تم کو ملی ہوئی ہے ۔ عذاب سامنے دیکھ کر ایمان لاؤ گے تو کچھ حاصل نہ ہو گا۔

30. So withdraw from them and await. Indeed, they too are waiting.	تو منہ پھیر لو ان سے اور انتظار کرو بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔	فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ انْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۝٣٠